سُوْرَةُ الْفَتْح

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ فتح مدینہ میں نازل ہوئی اسکی اُنتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے

ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲﴾

گناہ اور جو پیچھے رہے، اور پورا کرے تجھ پر اپنا احسان اور چلائے تجھ کو سیدھی راہ

وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾

اور مدد کرے تیری اللہ زبردست مدد

خُلاصۂ تفسیر

بیشک ہم نے (اس صلح حدیبیہ سے) آپ کو ایک کھُلم کھُلا فتح دی (یعنی صُلح حدیبیہ سے یہ فائدہ ہوا کہ وہ سبب ہوگئی ایک فتح مطلوب یعنی فتح مکہ کا، اس لحاظ سے یہ صُلح ہی فتح ہوگئی۔ اور فتح مکہ فتح مبین اسلئے کہا گیا کہ فتح سے مقصود شریعتِ اسلام میں کوئی حکمرانی نہیں بلکہ دینِ اسلام کا غلبہ مقصود ہوتا ہے، اور فتح مکہ سے یہ مقصود بڑی حد تک حاصل ہوگیا، کیونکہ تمام قبائلِ عرب اس بات کے منتظر تھے کہ اگر آپ اپنی قوم پر غالب آگئے تو ہم بھی اطاعت کریں گے۔ جب مکہ فتح ہوا تو چاروں طرف سے عرب کے قبائل اُمنڈ پڑے اور خود یا بواسطہ اپنے وفود کے اسلام لانا شروع کیا (رواہ البخاری عن عمرو بن سلمہ) چونکہ غلبۂ اسلام کے بڑے آثار فتح مکہ سے نمایاں ہوئے اسلئے اس کو فتح مبین فرمایا گیا، اور صلح حدیبیہ

اس فتح مکہ کا سبب اور ذریعہ اس طرح ہوگئی کہ اہلِ مکہ سے آئے دن لڑائی رہا کرتی تھی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی قوت اور سامان بڑھانے کی مہلت و فرصت نہ ملتی تھی۔ حدیبیہ کے واقعہ میں جو صلح ہوگئی تو اطمینان کیساتھ مسلمانوں نے کوشش کی جس سے بہت سے نئے آدمی مسلمان ہوگئے اور مجمع مسلمانوں کا بڑھ گیا اور فتح خیبر وغیرہ سے سامان بھی درست ہوگیا اور ایسے ہوگئے کہ دوسروں پر دباؤ پڑ سکے، پھر قریش کیطرف سے عہد شکنی ہوئی تو آپ دس ہزار صحابہ کرام کیساتھ مقابلے کے لئے چلے۔ اہلِ مکہ اسقدر مرعوب ہوئے کہ زیادہ لڑائی بھی نہیں ہوئی اور اطاعت قبول کرلی اور جو لڑائی ہوئی بھی تو اتنی کم اور خفیف کہ اہلِ علم کا اسمیں اختلاف ہوگیا کہ مکہ مکرمہ صُلح کیساتھ فتح ہوا یا جنگ سے، غرض اس طرح یہ صلح سبب فتح ہوگئی اسلئے مجازی طور پر اس صلح کو بھی فتح فرما دیا گیا جس میں فتح مکہ کی پیشین گوئی بھی ہے۔ آگے اس فتح کے دینی اور دنیوی ثمرات و برکات کا بیان ہے کہ یہ فتح اسلئے میسّر ہوئی تاکہ (تبلیغ دین اور دعوتِ حق میں آپ کی کوششوں کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہو کہ کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوں اور اس سے آپ کا اجر بہت بڑھ جائے اور کثرتِ اجر و قُرب کی برکت سے) اللہ تعالیٰ آپکی سب اگلی پچھلی (صوری) خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر (جو اللہ تعالیٰ) اپنے احسانات (ذکر تا آتا ہے مثلاً آپ کو نبوت دی، قرآن دیا، بہت سے علوم دئیے بہت سے اعمال کا ثواب دیا اُن احسانات) کی (اور زیادہ) تکمیل کر دے (اس طرح کہ آپکے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوں جس سے آپکا اجر اور مقامِ قرب اور بلند ہو یہ دو نعمتیں تو آخرت سے متعلق ہیں) اور (دو نعمتیں دُنیوی ہیں ایک یہ کہ) آپ کو بغیر کسی روک ٹوک کے دین کے) سیدھے راستہ پر لے چلے (اور اگرچہ آپکا صراطِ مستقیم پر چلنا پہلے سے یقینی ہے مگر اسمیں کفار کی مزاحمت ہوتی تھی اب یہ مزاحمت نہیں رہے گی) اور (دوسری دُنیوی نعمت یہ ہے کہ) اللہ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو (یعنی جسکے بعد آپکو کبھی کسی سے دبنا نہ پڑے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تمام جزیرۃ العرب پر آپ کا تسلط ہوگیا)

معارف و مسائل

جمہور صحابہ و تابعین اور ائمۂ تفسیر کے نزدیک سورۂ فتح سنہ ۶ ہجری میں اُسوقت نازل ہوئی جبکہ آپ بقصدِ عمرہ مکہ مکرمہ مع جماعت صحابہ کے تشریف لے گئے اور حرم مکہ کے قریب مقام حدیبیہ تک پہنچکر قیام فرمایا مگر قریشِ مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونیسے منع کیا پھر اسپر صلح کرنے کے لئے تیار ہوئے کہ اس سال تو آپ واپس چلے جائیں اگلے سال اس عمرہ کی قضاء کرلیں، بہت سے صحابہ کرام خصوصاً فاروقِ اعظمؓ اس طرح کی صلح سے ناراض تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے باشاراتِ ربانی اس صلح کو انجام کار مسلمانوں کے لئے ذریعہ کامیابی سمجھ کر قبول فرمالیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا احرام عمرہ کھولدیا اور حدیبیہ سے واپس روانہ ہوئے تو راستہ میں یہ سورت پوری نازل ہوئی جسمیں بتلادیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خواب سچا ہے ضرور واقع ہوگا مگر اسکا یہ وقت نہیں بعد میں فتح کے وقت ہوگا اور اس صلح حدیبیہ کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا کیونکہ یہ صلح ہی درحقیقت فتح مکہ کا سبب بنی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرام نے فرمایا ہے کہ تم لوگ تو فتح مکہ کو فتح کہتے ہو اور ہم صلح حدیبیہ کو فتح سمجھتے ہیں۔ اسی طرح جابرؓ نے فرمایا کہ ہم صلح حدیبیہ ہی کو فتح سمجھتے ہیں اور حضرت براء بن عازبؓ نے فرمایا کہ تم لوگ تو فتح مکہ ہی کو فتح سمجھتے ہو اور کوئی شک نہیں کہ وہ فتح ہے لیکن ہم تو واقعہ حدیبیہ کے وقت بیعتِ رضوان کو اصلی فتح سمجھتے ہیں جسمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حاضرین صحابہ جن کی تعداد چودہ سو تھی ایک درخت کے نیچے جہاد کرنے پر بیعت لی تھی جیسا کہ اسی سورت میں اس بیعت کا ذکر بھی آنیوالا ہے (ملخص از ابن کثیر) اور جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ یہ سورت واقعہ حدیبیہ میں نازل ہوئی ہے اور اس واقعہ کے بہت سے اجزاء کا خود اس صورت میں تذکرہ بھی ہے اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ اس واقعہ کو پہلے ذکر کردیا جائے۔ تفسیر ابن کثیر میں اس کی بڑی تفصیل ہے اور اُس سے زیادہ تفسیر مظہری میں اس جگہ چودہ صفحات میں یہ قصہ اول سے آخر تک مفصل اور مرتب مستند کتب حدیث کے حوالہ سے بیان کیا ہے جو بہت سے معجزات اور نصائح اور علمی ۔ دینی سیاسی فوائد درحکم پر مشتمل ہے اسمیں سے یہاں اس قصہ کے صرف وہ اجزاء لکھے جاتے ہیں جن کا ذکر خود اس سورت میں کیا گیا ہے یا جن سے اسکا گہرا تعلق ہے تاکہ آگے اُن آیتوں کی تفسیر سمجھنا آسان ہو جائے جو اس قصہ سے متعلق ہیں اور یہ سب بیان تفسیر مظہری سے لیا گیا ہے اور جو کسی دوسری تفسیر سے لیا ہے اسکا حوالہ دیدیا ہے۔

واقعۂ حدیبیہ حدیبیہؔ ایک مقام مکہ مکرمہ سے باہر حدود حرم کے بالکل قریب ہے جس کو آج کل شمیسہ کہا جاتا ہے یہ واقعہ اس مقام پر پیش آیا ہے۔

جزو اول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خواب اس واقعہ کا ایک جزو بروایت عبد بن حُمیدؒ و ابن جریرؒ و بیہقیؒ وغیرہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں یہ خواب دیکھا کہ آپؐ مکہ مکرمہ میں مع صحابہ کرام کے امن و اطمینان کیساتھ داخل ہوئے اور احرام سے فارغ ہوکر کچھ لوگوں نے حسب قاعدہ سر کا حلق کرایا، بعض نے بال کٹوالئے اور یہ کہ آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اور بیت اللہ کی چابی آپکے ہاتھ آئی، یہ اس واقعہ کا ایک جزو ہے جسکا ذکر اسی سورت میں آنیوالا ہے (انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اسلئے اس صورت کا واقع ہونا یقینی ہوگیا مگر خواب میں اس واقعہ کے لئے کوئی سال یا مہینہ متعین نہیں کیا گیا، اور درحقیقت یہ خواب فتح مکہ کے وقت پورا ہونے والا تھا۔ مگر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو خواب سنایا تو وہ سب

کے سب مکہ مکرمہ جانے اور بیت اللہ کا طواف کرنے وغیرہ کے ایسے مشتاق تھے کہ ان حضرات نے فوراً ہی تیاری شروع کردی اور جب صحابہ کرام کا ایک مجمع تیار ہوگیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ارادہ فرمالیا کیونکہ خواب میں کوئی خاص سال یا مہینہ متعین نہیں تھا تو احتمال یہ بھی تھا کہ ابھی یہ مقصد حاصل ہو جائے (کذا فی بیان القرآن بحوالہ روح المعانی)

جزو دوم، آپکا صحابہ کرام اور دیہات کے مسلمانوں کو ساتھ چلنے کے لئے بلانا اور بعض کا انکار کرنا۔ ابن سعد وغیرہ کی روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے عمرہ کا ارادہ فرمالیا تو آپ کو یہ خطرہ سامنے تھا کہ قریشِ مکہ ممکن ہے کہ ہمیں عمرہ کرنے سے روکیں اور ممکن ہے کہ مدافعت کے لئے جنگ کی صورت پیش آجائے اسلئے آپؐ نے مدینہ طیبہ کے قریبی دیہات میں اعلان کرکے ان لوگوں کو ساتھ چلنے کی دعوت دی، ان میں سے بہت سے اعراب (دیہات) نے ساتھ چلنے سے عذر کردیا اور کہنے لگے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور انکے اصحاب ہمیں قریش مکہ سے لڑوانا چاہتے ہیں جو سازوسلاح والے اور طاقتور ہیں ان کا انجام تو یہ ہونا ہے کہ یہ اس سفر سے زندہ واپس نہ لوٹیں گے (مظہری)

جزو سوم، مکہ کی طرف روانگی امام احمدؒ بخاری، ابوداؤد و نسائی وغیرہ کی روایت کیمطابق روانگی سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا اور نیا لباس زیب تن فرمایا اور اپنی ناقہ قصوٰی پر سوار ہوئے، اُم المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ کو ساتھ لیا اور آپکے ساتھ مہاجرین و انصار اور دیہات کے آنے والوں کا بڑا مجمع تھا جن کی تعداد اکثر روایات میں چودہ سو بیان کی گئی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب کیوجہ سے انمیں کسی کو شک نہیں تھا کہ مکہ اسیوقت فتح ہو جائیگا، حالانکہ بجز تلوار کے اُنکے ساتھ اور کچھ اسلحہ نہ تھا۔ آپؐ مع صحابہ کرام کے شروع ماہ ذیقعدہ میں پیر کے دن روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچکر احرام باندھا (مظہری ملخصاً)

جزو چہارم، اہل مکہ کی مقابلہ کیلئے تیاری دوسری طرف جب اہل مکہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک بڑی جماعت صحابہ کیساتھ مکہ کے لئے روانہ ہونے کی خبر ملی تو جمع ہوکر باہم مشورہ کیا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کیساتھ عمرہ کے لئے آرہے ہیں اگر ہمنے ان کو مکہ میں آنے دیا تو تمام عرب میں یہ شہرت ہو جائیگی کہ وہ ہم پر غلبہ پاکر مکہ مکرمہ پہنچ گئے حالانکہ ہمارے اور انکے درمیان کئی جنگیں ہوچکی ہیں سب نے عہد کیا کہ ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے اور آپؐ کو روکنے کے لئے خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سرکردگی میں ایک جماعت کو مکہ سے باہر مقام کُراع الغمیم بھیجدیا اور آس پاس کے دیہات والوں کو بھی ساتھ ملالیا اور طائف کا قبیلہ بنو ثقیف بھی انکے ساتھ لگ گیا، انھوں نے مقام بلدح پر اپنا پڑاؤ ڈال لیا، ان سب نے آپس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے اور آپکے مقابلے میں جنگ کرنے کا عہد کرلیا۔

خبر رسانی کا ایک عجیب سادہ طریقہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ مقام بلدح سے لیکر اُس مقام تک جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ چکے تھے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کچھ آدمی بٹھا دیے تاکہ آپکے پُورے حالات دیکھ کر آپکے متصل پہاڑ والا باآوازِ بلند دوسرے پہاڑ والے تک وہ تیسرے تک وہ چوتھے تک پہنچاوے اس طرح چند منٹوں میں آپ کی نقل وحرکت کا بلدح والوں کو علم ہوجاتا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خبر رساں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بشرؓ ابن سفیان کو آگے مکہ مکرمہ بھیجدیا تھا کہ وہ خفیہ اہلِ مکہ کے حالات جاکر دیکھیں اور آپؐ کو اطلاع کریں۔ وہ مکہ سے واپس آئے تو اہلِ مکہ کی ان جنگی تیاریوں اور مکمل مزاحمت کے واقعات کی خبر دی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس ہے قریش پر کہ متعدد جنگوں نے ان کو کھا لیا ہے پھر بھی وہ جنگ سے باز نہیں آتے، اُن کے لئے تو اچھا موقع تھا کہ وہ مجھے اور دوسرے اہلِ عرب کو آزاد چھوڑ دیتے اگر یہ عرب لوگ مجھ پر غالب آجاتے تو اُن کی مُراد گھر بیٹھے حاصل تھی اور میں اُن پر غالب آجاتا تو یا تو پھر وہ بھی اسلام میں داخل ہوجاتے اور اگر یہ نہ کرتے اور جنگ ہی کرنے کا ارادہ ہوتا تو وہ تازہ اور قوی ہوتے اور پھر وہ میرے مقابلے پر آجاتے، معلوم نہیں کہ یہ قریش کیا سمجھ رہے ہیں قسم ہے اللہ کی کہ میں اُس حکم پر جو اللہ نے مجھے دیکر بھیجا ہے ہمیشہ انکے خلاف جہاد کرتا رہونگا یہاں تک کہ تنہا میری گردن رہ جائے۔

جزوِ پنجم، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کا راستہ میں بیٹھ جانا اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کرکے خطبہ دیا اور مشورہ لیا کہ اب ہمیں یہیں سے ان عربوں کے خلاف جہاد شروع کردینا چاہیئے یا ہم بیت اللہ کیطرف بڑھیں، پھر جو ہمیں روکے اُس سے قتال کریں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ نے مشورہ دیا کہ آپؐ بیت اللہ کے قصد سے نکلے ہیں کسی سے جنگ کے لئے نہیں نکلے اسلئے آپ اپنے قصد پر رہیں ہاں اگر کوئی ہمیں مکہ سے روکے گا تو ہم اُس سے قتال کریںگے، اسکے بعد حضرت مقداد بن اسودؓ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ، ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ آپ سے یہ کہدیں اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا (یعنی جائیے آپ اور آپکا رب لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں) بلکہ ہم ہر حال میں آپکے ساتھ قتال کریں گے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنکر فرمایا، بس اب اللہ کے نام پر مکہ کیطرف چلو۔ جب آپؐ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے اور خالد بن ولید اور اُن کے ساتھیوں نے آپؐ کو مکہ کیطرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو اپنے لشکر کی صفوف جانب قبلہ کیطرف مستحکم کرکے کھڑا کردیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عبادؓ بن بشر کو ایک دستہ فوج کا امیر بناکر آگے کیا، اُنھوں نے خالد بن ولید کے لشکر کے بالمقابل صفوف بنالیں، اسی حالت میں نمازِ ظہر کا وقت آگیا حضرت بلالؓ نے اذان کہی اور

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ کرام کو نماز پڑھائی۔ خالد بن ولید اور اُنکے سپاہی دیکھتے رہے۔ بعد میں خالد بن ولید نے کہا کہ ہمنے بڑا اچھا موقع ضائع کردیا جب یہ لوگ سب نماز میں تھے اُسوقت ہم اُن پر ٹوٹ پڑتے مگر کچھ بات نہیں اب اُن کی دوسری نماز کا وقت آنے والا ہے اسکا انتظار کرو مگر جبرئیل علیہ السلام صَلٰوۃُ الْخَوْف کے احکام لیکر نازل ہوگئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے ارادوں سے باخبر کرکے نماز کے وقت لشکر کو دو حصّوں میں تقسیم کرنے کا طریقہ بتلادیا اور ان کے شر سے محفوظ رہے۔

جزوِ ششم، مقام حدیبیہ میں ایک معجزہ مگر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے قریب پہنچے تو آپ کی اونٹنی کا ہاتھ پھسل گیا وہ بیٹھ گئی صحابہؓ کرام نے اُٹھانا چاہا تو نہ اُٹھی لوگوں نے کہا کہ قصوٰی بگڑ گئی آپؐ نے فرمایا قصوٰی کا قصور نہیں نہ اُس کی ایسی عادت ہے بلکہ اُس کو تو اُس ذات نے روکدیا ہے جس نے اصحابِ فیل کو روکدیا تھا (غالباً اسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ اندازہ ہوگیا کہ جو واقعہ خواب میں دکھلایا گیا ہے اسکا یہ وقت نہیں ہے) آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمد کی جان ہے آج کے دن قریش مجھ سے جو بات بھی ایسی کہیں گے جسمیں شعائرِ الٰہیہ کی تعظیم ہو تو میں اسکو ضرور مان لونگا۔ پھر آپؐ نے اونٹنی پر ایک آواز لگائی تو اُٹھ گئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کیجانب سے ہٹ کر حدیبیہ کی دوسری جانب قیام فرمایا جہاں پانی بہت ہی کم تھا۔ پانی کے مواقع پر خالد بن ولید اور بلدح والے قابض ہوچکے تھے۔ یہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ ایک کنواں جسمیں پانی کچھ رستا تھا اُسمیں آپ نے کُلی کردی اور اپنا ایک تیر دیا کہ اسکے اندر گاڑ دو، یہ عمل ہوتے ہی اسکا پانی جوش مار کر کنویں کی مَن کے قریب پہنچ گیا کنویں کے اوپر والوں نے اپنے برتنوں سے پانی نکالا اور سیراب ہوگئے۔

جزوِ ہفتم، اہلِ مکہ کیساتھ بواسطہ وفود بات چیت اس طرح سب صحابہ مطمئن ہوکر یہاں مقیم ہوئے اور اہلِ مکہ سے بواسطہ وفود بات چیت شروع ہوئی۔ پہلے بدیل بن ورقاء (جو بعد میں مسلمان ہوگئے) اپنے ساتھیوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر خواہانہ عرض کیا کہ قریشِ مکہ پوری قوت کیساتھ مقابلے کے لئے نکل آئے ہیں اور پانی کی جگہوں پر انھوں نے قبضہ کرلیا ہے وہ ہرگز آپؐ کو نہ چھوڑیں گے کہ آپؐ مکہ میں داخل ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے البتہ اگر کوئی ہمیں عمرہ کرنے سے روکے گا تو ہم قتال کریں گے پھر آپؐ نے اسی بات کا اعادہ فرمایا جو پہلے جاسوس بشرؓ کے سامنے کہی تھی کہ قریش کو متعدد جنگوں نے کمزور کردیا ہے اگر وہ چاہیں تو کسی معین مدت تک کیلئے ہم سے صلح کرلیں تاکہ وہ بے فکر ہوکر اپنی تیاری میں لگ جائیں اور ہمیں اور باقی عرب کو چھوڑ دیں، اگر وہ مجھ پر غالب آگئے تو انکی مراد گھر بیٹھے پوری ہوجائیگی

اور اگر ہم غالب آگئے اور وہ اسلام میں داخل ہونے لگے تو ان کو اختیار ہوگا کہ وہ بھی اسلام میں داخل ہوجاویں یا ہمارے خلاف جنگ کریں اور اس عرصہ میں وہ اپنی قوت محفوظ رکھ کر بڑھا چکے ہونگے اور اگر قریش اس بات سے انکار کریں تو بخدا ہم اپنے معاملہ پر اُن سے جہاد کرتے رہیں گے جبتک کہ میری تنہا گردن باقی ہے۔ بُدیل یہ کہکر واپس ہوگئے کہ میں جاکر قریشی سرداروں سے آپکی بات کہدیتا ہوں۔ وہاں پہنچے تو کچھ لوگوں نے تو اُن کی بات ہی سننا نہ چاہا بلکہ جنگ کے جوش میں رہے پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ بات تو سُن لیں، یہ کہنے والے عروہ بن مسعود اپنی قوم کے سردار تھے، جب بات سُنی تو عروہ بن مسعود نے قریشی سرداروں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو بات پیش کی ہے وہ درست ہے اسکو قبول کرلو اور مجھے اجازت دو کہ میں جاکر اُن سے بات کروں، چنانچہ دوسری مرتبہ عروہ بن مسعود گفتگو کے لئے حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اگر اپنی قوم قریش کا صفایا ہی کردیں تو یہ کونسی اچھی بات ہوگی، کبھی دُنیا میں آپ نے سُنا ہے کہ کوئی شخص اپنی ہی قوم کو ہلاک کردے۔ پھر صحابہ کرام سے انکی نرم و گرم باتیں ہوتی رہیں، اسی حال میں عروہ صحابۂ کرام کے حالات کا مشاہدہ کرتے رہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوکا بھی تو صحابہ نے اسکو اپنے ہاتھوں میں لیکر اپنے چہروں سے مل لیا۔ اور جب آپنے وضو کیا تو وضو کے گرنے والے پانی پر صحابۂ کرام ٹوٹ پڑتے اور اپنے چہروں کو ملتے تھے اور جب آپ گفتگو فرماتے تو سب اپنی آوازیں پست کرلیتے۔ عروہ نے واپس جاکر قریشی سرداروں سے یہ حال بیان کیا کہ میں بڑے بڑے شاہی درباروں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس جاچکا ہوں، خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا جسکی قوم اُسپر اس طرح فدا ہو جیسے اصحاب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اُن پر فدا ہیں اور وہ ایک صحیح بات کہہ رہے ہیں میرا مشورہ یہ ہے کہ تم ان کی بات مان لو، مگر لوگوں نے کہا ہم یہ بات نہیں مان سکتے بجز اسکے کہ اس سال تو آپ لوٹ جائیں پھر اگلے سال آجائیں۔ جب عروہ کی بات نہ مانی گئی تو وہ اپنی جماعت کو ساتھ لیکر واپس ہوگئے اسکے بعد ایک صاحب حلیس بن علقمہ جو اعراب کے سردار تھے وہ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحابۂ کرام کو احرام کیحالت میں قربانی کے جانور ساتھ لئے دیکھا تو واپس ہوکر اُسنے بھی اپنی قوم کو سمجھایا کہ یہ لوگ بیت اللہ کے عمرہ کیلئے آئے ہیں انکو روکنا کسی طرح درست نہیں، لوگوں نے اسکا کہنا نہ سُنا تو یہ بھی اپنی جماعت کو لیکر واپس ہوگیا۔ پھر ایک چوتھا آدمی آپ سے بات کرنے کے لئے آیا اور آپ سے گفتگو کی تو آپنے اپنی وہی بات پیش کردی جو اس سے پہلے بُدیل اور عروہ ابن مسعود کے سامنے پیش کی تھی اسنے جاکر آپکا جواب قریش کو سُنادیا۔

جزو ہشتم، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے لئے پیغام دیکر بھیجنا

امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں پہنچکر قیام فرمایا تو قریش گھبرا گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ انکے پاس اپنا کوئی آدمی بھیجکر بتلادیں کہ ہم جنگ کرنے نہیں عمرہ کرنے آئے ہیں ہمارا راستہ نہ روکو۔ اس کام کے کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بُلایا انھوں نے عرض کیا کہ یہ قریش میرے سخت دشمن ہیں۔

کیونکہ اُن کو میری عداوت و شدت کا حال معلوم ہے اور میرے قبیلہ کا کوئی آدمی ایسا مکہ میں نہیں جو میری حمایت کرے اسلئے میں آپکے سامنے ایک ایسے شخص کا نام پیش کرتا ہوں جو مکہ مکرمہ میں اپنے قبیلہ وغیرہ کی وجہ سے خاص قوت و عزت رکھتے ہیں یعنی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، آپنے حضرت عثمان کو اس کام کے لئے مامور فرماکر بھیجدیا اور یہ بھی فرمایا کہ جو ضعفاء مسلمین مرد اور عورتیں مکہ مکرمہ سے ہجرت نہیں کرسکے اور مشکلات میں پھنسے ہوئے ہیں انکے پاس جاکر تسلی کردیں کہ پریشان نہ ہوں انشاء اللہ مکہ مکرمہ فتح ہوکر تمھاری مشکلات کے ختم ہونیکا وقت آگیا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پہلے اُن لوگوں کے پاس پہنچے جو مقام بَلدح میں حضورؐ کا راستہ روکنے اور مقابلے کے لئے جمع ہوئے تھے اُن سے جاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہی بات سُنادی جو آپنے بُدَیل اور عروہ ابن مسعود وغیرہ کے سامنے کہی تھی ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے پیغام سُن لیا آپ جاکر اپنے بزرگ سے کہدو کہ یہ بات ہرگز نہیں ہوگی۔ ان لوگوں کا جواب سُن کر آپ مکہ مکرمہ کے اندر جانے لگے تو ابان بن سعید کی (جو بعد میں مُسلمان ہوگئے تھے) ان سے ملاقات ہوئی انھوں نے حضرت عثمانؓ کا گرمجوشی سے استقبال کیا اور اپنی پناہ میں لیکر اُنسے کہا کہ مکہ میں اپنا پیغام لیکر جہاں چاہیں جاسکتے ہیں اسمیں آپ کوئی فکر نہ کریں پھر اپنے گھوڑے پر حضرت عثمانؓ کو سوار کرکے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے کیونکہ اُن کا قبیلہ بنو سعید مکہ مکرمہ میں بہت قوی اور عزت دار تھا، یہانتک کہ حضرت عثمانؓ مکہ مکرمہ میں قریش کے ایک ایک سردار کے پاس پہنچے اور حضورؐ کا پیغام پہنچایا کہ ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے عمرہ کرکے واپس جائیں گے ہاں کوئی ہمارا راستہ روکے گا تو لڑیں گے اور قریش خود جنگوں سے نیم جاں ہوچکے ہیں انکے لئے مناسب یہ ہے کہ ہمیں اور دوسرے اہل عرب کو چھوڑدیں قریش ہمارے مقابلہ پر نہ آئیں پھر دیکھیں اگر عرب ہم پر غالب آگئے تو اُن کی مُراد پوری ہوجائے گی اور ہم غالب آئے تو انھیں پھر بھی اختیار باقی ہوگا اسوقت قتال کرسکتے ہیں اور اس عرصہ میں انکو اپنی طاقت بڑھانے اور محفوظ رکھنے کا موقع بھی ملجائے گا مگر ان سب نے آپ کی بات کو رد کردیا۔ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ ضعفاء مسلمین سے ملے انکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا وہ بہت خوش ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجا۔ جب حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیغامات پہنچانے سے فارغ ہوئے تو اہل مکہ نے ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو طواف کرسکتے ہیں۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اسوقت تک طواف نہیں کرونگا جب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طواف نہ کریں، عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ میں تین رات رہے اور رؤساء قریش کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کیطرف دعوت دیتے رہے۔

جزو نہم، اہل مکہ اور مسلمانوں میں آویزش اور اہل مکہ کے ساٹھ آدمیوں کی گرفتاری

اسی عرصہ میں قریش نے اپنے پچاس آدمی اس کام پر لگائے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچکر موقع کا انتظار

کریں اور موقع ملنے پر (معاذ اللہ) آپ کا قصہ ختم کر دیں۔ یہ لوگ اسی تاک میں تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگرانی پر مامور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قید کر کے حاضر کر دیا، دوسری طرف حضرت عثمانؓ جو مکہ میں تھے اور انکے ساتھ تقریباً دس مسلمان اور مکہ مکرمہ میں پہنچ گئے تھے۔ قریش نے جب اپنے پچاس آدمیوں کی گرفتاری کا حال سُنا تو حضرت عثمان سمیت ان سب مسلمانوں کو روک لیا اور قریش کی ایک جماعت مسلمانوں کے لشکر کیطرف نکلی اور مسلمانوں کی جماعت پر تیر اور پتھر پھینکے اسمیں مسلمانوں میں سے ایک صحابی ابن زنیمؓ شہید ہو گئے اور مسلمانوں نے ان قریشیوں کے دس سواروں کو گرفتار کر لیا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی نے یہ خبر پہنچائی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔

جزو دہم، بیعتِ رضوان کا واقعہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سُن کر صحابہ کرام کو ایک درخت کے نیچے جمع کیا کہ سب جمع ہو کر رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جہاد کیلئے بیعت کریں، سب صحابہ کرام نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی جسکا ذکر آگے اس سورت میں آنے والا ہے احادیث صحیحہ میں اُن لوگوں کی بڑی فضیلت آئی ہے جو اس بیعت میں شریک تھے اور حضرت عثمان غنیؓ چونکہ آپکے حکم سے مکہ گئے ہوئے تھے اسلئے اُن کی طرف سے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر فرمایا کہ عثمانؓ کی بیعت ہے یہ خصوصی فضیلت حضرت عثمانؓ کی تھی کہ آپؐ نے اپنے ہی ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیکر اُن کیطرف سے بیعت کر لی۔

جزو یازدہم، حدیبیہ کا واقعہ دوسری طرف اہلِ مکہ پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا رُعب مسلط کر دیا اور خود مصالحت پر آمادہ ہو کر انھوں نے اپنے تین آدمی سہیل بن عمروؓ اور حُوَیطب بن عبد العزیٰ اور مکرز بن حفص کو عذر معذرت کے لئے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، اُن میں سے پہلے دو حضرت بعد میں مسلمان بھی ہو گئے۔ سہیل بن عمرو نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپؐ تک جو خبر پہنچی ہے کہ عثمان غنیؓ اور انکے ساتھی قتل کر دیئے یہ بالکل غلط ہے ہم اُن کو آپکے پاس بھیجتے ہیں ہمارے قیدیوں کو آزاد کر دیجئے، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو آزاد کر دیا، مسند احمد اور مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت ہو کہ اس سورت میں جو آگے آیت آئیوالی ہے وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ، یہ اسی واقعہ سے متعلق ہے اب سہیل اور انکے ساتھیوں نے جا کر بیعتِ رضوان میں صحابہ کرام کی مسارعت اور جاں نثاری کے عجیب غریب منظر کا حال قریش کے سامنے بیان کیا تو قریش کے اصحاب رائے لوگوں نے آپس میں کہا کہ اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے کہ ہم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے اس بات پر صلح کر لیں کہ وہ اس سال تو واپس چلے جائیں تاکہ پورے عرب میں یہ شہرت نہ ہو جائے کہ ہم نے ان کو روکنا چاہا وہ زبردستی مکہ میں داخل ہو گئے، اور اگلے سال عمرہ کے لئے آجائیں اور تین روز

مکہ میں قیام کریں، اُسوقت اپنے جانور قربانی کے ذبح کر ڈالیں اور احرام کھولدیں چنانچہ سہیل بن عمرو یہ پیغام لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے اُن کو دیکھتے ہی فرمایا کہ اب معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم نے صلح کا ارادہ کر لیا ہے کہ سہیل کو پھر بھیجا ہے۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چہار زانو بیٹھ گئے اور صحابہ میں سے عباد بن بشرؓ اور سلمہؓ ہتھیاروں سے مسلح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حفاظت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ سہیل حاضر ہوئے تو ادب کے ساتھ حضورؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور قریش کا پیغام آپؐ کو پہنچایا۔ صحابہ کرام عموماً اس پر راضی نہ تھے کہ اسوقت اپنے احرام بغیر عمرہ کئے کھولدیں، انھوں نے سہیل سے سخت گفتگو کی، آوازیں کبھی بلند ہو گئیں کبھی پست ہوئیں، عباد بن بشرؓ نے سہیل کو ڈانٹا کہ حضورؐ کے سامنے آواز بلند نہ کر، طویل گفتگو کے بعد آپؐ اُس شرط کو قبول کر کے صلح کر لینے پر راضی ہو گئے، سہیل نے کہا کہ لائیے ہم اپنے اور آپکے درمیان صلحنامہ لکھ لیں۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُلایا اور فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سُہیل نے یہیں سے بحث شروع کر دی اور کہا کہ لفظ رحمٰن اور رحیم ہمارے محاورات میں نہیں ہے آپؐ یہاں وہی لفظ لکھیں جو پہلے لکھا کرتے تھے یعنی بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ۔ آپؐ نے اسکو بھی مان لیا اور حضرت علی رضؓ سے فرمایا کہ ایسا ہی لکھدو۔ اسکے بعد آپؐ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ یہ لکھو کہ یہ وہ عہد نامہ ہے جسکا فیصلہ محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ سہیل نے اسپر بھی ضد کی کہ اگر ہم آپؐ کو اللہ کا رسُول مانتے تو آپؐ کو ہرگز بیت اللہ سے نہیں روکتے (صلحنامہ میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہونا چاہیئے جو کسی فریق کے عقیدہ کیخلاف ہو) آپؐ صرف محمد بن عبد اللہ لکھوائیں، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بھی منظور فرما کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ جو لکھا ہے اسکو مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھدو۔ حضرت علی رضؓ نے باوجود سراپا اطاعت ہونے کے عرض کیا میں تو یہ نہیں کر سکتا کہ آپکے نام کو مٹا دوں۔ حاضرین میں سے حضرت اُسید بن حُضیرؓ اور سعد بن عبادہ رضؓ نے حضرت علی رضؓ کا ہاتھ پکڑ لیا کہ اسکو نہ مٹائیں اور بجز محمد رسُول اللہ کے اور کچھ نہ لکھیں اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو ہمارے اور ان کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی اور کچھ آوازیں ہر طرف کو بلند ہونے لگیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صلحنامہ کا کاغذ خود اپنے دستِ مبارک میں لے لیا اور باوجود اسکے کہ آپؐ اُمی تھے پہلے کبھی لکھا نہیں تھا مگر اسوقت خود اپنے قلم سے آپ نے یہ لکھدیا هٰذَا مَا قَاضَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَسُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَاصْطَلَحَا عَلٰى وَضْعِ الْحَرْبِ عَنِ النَّاسِ عَشْرَ سِنِيْنَ يَأْمَنُ فِيْهِ النَّاسُ وَيَكُفُّ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ، یعنی یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد بن عبد اللہ اور سہیل بن عمرو نے دس سال کے لئے باہم جنگ نہ کرنے کا کیا ہے جس میں سب لوگ مامون رہیں ایک دوسرے پر چڑھائی اور جنگ سے پرہیز کریں۔

پھر رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری ایک شرط یہ ہے کہ اسوقت ہمیں طواف

کرنے سے نہ روکا جائے، سہیل نے کہا کہ بخدا یہ نہیں ہو سکتا، آپؐ نے اسکو بھی قبول فرمایا اسکے بعد سہیل نے اپنی ایک شرط یہ لکھی کہ جو شخص مکہ والوں میں سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آپکے پاس جائیگا اسکو واپس کردیں گے اگرچہ وہ آپ ہی کے دین پر ہو اور مسلمانوں میں سے جو کوئی قریش کے پاس مکہ چلا آوے اسکو ہم واپس نہ کریں گے۔ اس پر عام مسلمانوں کی آواز اُٹھی سُبحان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائی کو مشرکین کیطرف لوٹا دیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بھی قبول فرمالیا اور یہ فرمایا کہ ہم میں سے کوئی آدمی اگر انکے پاس گیا تو اسکو اللہ نے ہم سے دُور کر دیا اسکی ہم کیوں فکر کریں اور ان میں کا کوئی آدمی ہمارے پاس آیا اور ہم نے لوٹا بھی دیا تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے راستہ سہولت کا نکالدیں گے حضرت براء رضؓ نے اس صلحنامہ کا خلاصہ تین شرطیں بیان کیا ہے، ایک یہ کہ اُن کا کوئی آدمی ہمارے پاس آجائیگا تو ہم اسکو واپس کردیں گے، دوسرے یہ کہ ہمارا کوئی آدمی اُنکے پاس چلا جائیگا تو وہ واپس نہ کریں گے۔ تیسرے یہ کہ اب آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں گے اور تین روز مکہ میں قیام کریں گے اور زیادہ ہتھیار لیکر نہیں آئیں گے، اور آخر میں لکھا گیا کہ یہ عہد نامہ اہل مکہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک محفوظ دستاویز ہے جس کی کوئی خلاف ورزی نہ کریگا اور باقی سب عرب آزاد ہیں جسکا جی چاہے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے عہد میں داخل ہو جائے اور جسکا جی چاہے قریش کے عہد میں داخل ہو جائے۔ یہ سُن کر قبیلہ خزاعہ اُچھل پڑا اور کہا کہ ہم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے عقد میں داخل ہیں اور بنو بکر نے آگے بڑھکر کہا کہ ہم قریش کے عقد و عہد میں داخل ہیں۔

شرائطِ صلح سے عام صحابہ کرام کی ناراضی اور رنج

جب یہ شرائط صلح طے ہوگئیں تو عمر بن خطابؓ سے نہ رہا گیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ، کیا آپ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں ہیں، آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں، پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ کیا ہمارے مقتولین جنت اور اُن کے مقتولین جہنم میں نہیں ہیں، آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں، اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا تو پھر ہم کیوں اس ذلت کو قبول کریں کہ بغیر عمرہ کئے واپس چلے جائیں جب تک جنگ کیساتھ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ نہ کردیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں اللہ کا بندہ اور اسکا رسول ہوں ہرگز اسکے حکم کیخلاف نہیں کرونگا اور اللہ تعالیٰ مجھے ضائع نہ فرمائیگا وہ میرا مددگار ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، کیا آپنے ہم سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ کے پاس جائیں گے اور طواف کریں گے، آپؐ نے فرمایا کہ بیشک یہ کہا تھا مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ کام اسی سال ہوگا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ تو آپنے نہیں فرمایا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ بس یہ واقعہ جیسا کہ میں نے کہا تھا ہو کر رہے گا کہ آپ بیت اللہ کے پاس جائیں گے اور طواف کریں گے۔

حضرت عمر بن خطاب خاموش ہو گئے مگر غم و غصّہ نہیں گیا، آپکے پاس سے حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور اسی گفتگو کا اعادہ کیا جو حضورؐ کے سامنے کی تھی، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا خدا کے بندے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ کے حکم کیخلاف کوئی کام نہ کریں گے اور اللہ ان کا مددگار ہے اسلئے تم مرتے دم تک آپؐ کی رکاب تھامے رہو، خدا کی قسم وہ حق پر ہیں، غرض حضرت فاروق اعظمؓ کو ان شرائطِ صلح سے سخت رنج و غم پہنچا، خود انھوں نے فرمایا کہ واللہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا مجھے کبھی شک پیش نہیں آیا بجز اس واقعہ کے (رواہ البخاری) حضرت ابو عبیدہؓ نے سمجھایا اور فرمایا کہ شیطان کے شر سے پناہ مانگو، فاروق اعظمؓ نے کہا میں شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو میں برابر صدقہ خیرات کرتا اور روزے رکھتا اور غلام آزاد کرتا رہا کہ میری یہ خطا معاف ہو جائے۔

ایک اور حادثہ اور معاہدہ کی پابندی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر عمل

ابھی ابھی یہ شرائط صلح طے ہوئی تھیں اور صحابہ کرام کی ناگواری اسپر ہو رہی تھی کہ اچانک اسی سہیل بن عمرو کا جو صلحنامہ کا فریق منجانب قریش تھا بیٹا ابو جندل جو مسلمان ہو چکا تھا اور باپ نے اس کو قید کر رکھا تھا اور سخت ایذائیں ان کو دیتا تھا وہ کسی طرح بھاگ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں پہنچ گیا اور آپؐ سے پناہ مانگی، کچھ مسلمان بڑھے اور اسکو اپنی پناہ میں لے لیا مگر سُہیل چلا اُٹھا کہ یہ پہلی عہد نامہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اگر اسکو واپس نہ کیا گیا تو میں صلح کی کسی شرط کو نہ مانوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد کر کے پابند ہو چکے تھے اسلئے ابو جندلؓ کو آواز دیکر فرمایا کہ اے ابو جندل تم چند روز اور صبر کرو اللہ تعالے تمھارے لئے اور ضعفاء مسلمین کے لئے جو مکہ میں محبوس ہیں جلد رہائی اور فراخی کا انتظام کرنے والا ہے۔ مسلمانوں کے دلوں پر ابو جندلؓ کے اس واقعہ نے اور زیادہ نمک پاشی کی وہ تو یقین کر کے آئے تھے کہ اسی وقت مکہ فتح ہوگا اور یہاں یہ حالات دیکھے تو انکے رنج و غم کی انتہا نہ رہی قریب تھا کہ وہ ہلاکت میں پڑ جاتے مگر معاہدہ صلح مکمل ہو چکا تھا اس صلحنامہ پر مسلمانوں کی طرف سے ابو بکر و عمر عبدالرحمٰن بن عوف اور عبداللہ بن سہیل بن عمر سعد بن ابی وقاص محمد بن مسلمہ اور علی بن ابی طالب وغیرہ رضی اللہ عنہم کے دستخط ہوئے اسی طرح مشرکین کیطرف سے سہیل کے ساتھ چند دوسرے لوگوں کے بھی دستخط ہو گئے۔

احرام کھولنا اور قربانی کے جانور ذبح کرنا

جب صلحنامہ کی کتابت سے فراغت ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قرار دادِ صلح کے مطابق اب ہمیں واپس جانا ہے) سب لوگ اپنی قربانی کے جانور جو ساتھ ہیں اُن کی قربانی کر دیں اور سر کے بال منڈوا کر احرام کھولدیں۔ صحابہ کرام کی مسلسل رنج و غم کیوجہ سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ آپکے فرمانے کے باوجود کوئی اس

کام کے لئے تہیں اٹھا جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مغموم ہوئے اور اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے اس رنج کا ذکر کیا، اُم المؤمنینؓ نے بہت مناسب اور اچھا مشورہ دیا کہ آپ صحابہ کرام کو اس پر کچھ نہ کہیں، ان کو اسوقت سخت صدمہ اور رنج شرائط صلح اور بغیر عمرہ کے واپسی کیوجہ سے پہنچا ہوا ہے، آپؐ سب کے سامنے حجام کو بلاکر خود اپنا حلق کرکے احرام کھولدیں اور اپنی قربانی کردیں۔ آپؐ نے مشورہ کے مطابق ایسا ہی کیا، صحابہ کرام نے جب یہ دیکھا تو سب کھڑے ہوگئے ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے اور قربانی کے جانوروں کی قربانی کرنے لگے، آپ نے سب کے لئے دُعا فرمائی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقام حدیبیہ میں اُنیس اور بعض روایات کے اعتبار سے بیس۲۰ دن قیام فرمایا تھا، اب یہاں سے واپسی شروع ہوئی اور آپ صحابہ کرام کے مجمع کیساتھ پہلے مرظہران پھر عسفان پہنچے، یہاں پہنچکر سب مسلمانوں کا زادِ راہ تقریباً ختم ہوچکا تھا، کھانے کے لئے بہت کم سامان تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دسترخوان بچھایا اور سب کو حکم دیا کہ جس کے پاس جو کچھ ہے لاکر یہاں جمع کردے اس طرح جو کچھ باقیماندہ کھانے کا سامان تھا سب اس دسترخوان پر جمع ہوگیا۔ چودہ۱۴ سو حضرات کا مجمع تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی اور سب کو کھانا شروع کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ پورے چودہ۱۴ سو حضرات نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا پھر اپنے برتنوں میں بھر لیا اسکے بعد بھی اتنا ہی کھانا باقی تھا، اس مقام پر یہ دوسرا معجزہ ظاہر ہوا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسکو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔

صحابہ کرامؓ کے ایمان اور اطاعتِ رسولؐ کا ایک اور امتحان اور انکی بےنظیر قوتِ ایمانی

اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ صحابہ کرام پر ان شرائطِ صلح اور بغیر عمرہ اور بغیر جنگ میں اپنے حوصلے نکالنے کے واپسی سخت بھاری اور ناگوار تھی، یہ انہی کا ایمان تھا کہ ان سب حالات میں ایمان اور اطاعتِ رسولؐ پر جمے رہے۔ حدیبیہ سے واپسی پر جب آپ مقام کُراع غمیم پر پہنچے تو آپؐ پر یہ سورۂ فتح نازل ہوئی آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو پڑھ کر سُنایا، صحابہ کرامؓ کے قلوب اس طرح کی شرائطِ صلح اور بغیر عمرہ کے واپسی سے زخم خوردہ پہلے ہی سے تھے اب اس سورت نے یہ بتلایا کہ فتح مبین حاصل ہوئی ہے حضرت عمر بن خطابؓ پھر سوال کر بیٹھے کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے، آپ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ فتح مُبین ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اس پر بھی سرِ تسلیم خم کیا اور ان سب چیزوں کو فتح مبین یقین کیا۔

صلح حدیبیہ کے ثمرات و برکات کا ظہور

سب سے پہلی بات تو اس واقعہ میں یہ ہوئی کہ قریش مکہ اور انکے بہت سے متبعین پر انکی ضد اور بیجا ہٹ دھرمی واضح ہوکر خود اُنہیں پھوٹ پڑی

بُدیل ابن ورقا اپنے ساتھیوں کو لے کر ان سے الگ ہوگئے، پھر عروہ ابن مسعود اپنی جماعت کو لیکر الگ ہوگئے۔ دوسرے صحابہ کرام کی بےنظیر جاں نثاری اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بے مثال اطاعت و محبت و عظمت دیکھ کر قریشِ مکہ کا مرعوب ہوجانا اور صلح کیطرف مائل ہونا حالانکہ اُن کے لئے مسلمانوں کا صفایا کردینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہ تھا کیونکہ وہ اپنے گھروں میں مطمئن تھے، مسلمان مسافرت کی حالت میں تھے قریش نے پانی کی جگہوں پر قبضہ کیا ہوا تھا یہ بے آب و دانہ جنگل میں تھے، اُن کی پُوری قوت موجود تھی مسلمانوں کے پاس کچھ زیادہ اسلحہ بھی نہیں تھے مگر اللہ تعالٰے نے اُنکے دلوں میں رعب ڈالا اور ان کی جماعت کے بہت سے افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مُلاقات اور اختلاط کے مواقع ملکر اُن میں سے بہت سے لوگوں کے دلوں میں اسلام و ایمان راسخ ہوگیا اور بعد میں مسلمان ہوگئے۔ تیسرے صلح والان کیوجہ سے راستے مامون ہوگئے دعوتِ اسلام کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے واسطے راستے کھل گئے، عرب کے وفود کو آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے گوشہ گوشہ میں دعوتِ اسلام کو پھیلایا، دُنیا کے بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے خطوط بھیجے گئے انہیں سے چند بڑے بڑے بادشاہ متاثر ہوئے جسکا حاصل یہ نکلا کہ واقعہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ عام اور سب کو عمرہ کے لئے نکلنے کی تاکید کے باوجود ڈیڑھ ہزار سے زیادہ مسلمان ساتھ نہیں تھے اور صلح حدیبیہ کے بعد جوق جوق لوگ اسلام میں داخل ہوئے، اسی عرصہ میں ۷ھ ہجری میں خیبر فتح ہوکر مسلمانوں کو سامان بڑی مقدار میں مل گیا اور ان کی مادی قوت مستحکم ہوگئی۔ اور اس صلح پر دو سال گزرنے نہ پائے تھے کہ مسلمانوں کی تعداد اتنی کثیر ہوگئی جو اس سے پہلے تمام پچھلی مدت میں نہیں تھی، اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب قریشِ مکہ نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے معاہدہ توڑ ڈالا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرنے کی خفیہ تیاری شروع کی تو اس صلحنامہ پر صرف بیس اکیس مہینے گزرے تھے کہ فتح مکہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ جانیوالے جاں نثار سپاہی دس ہزار تھے قریشِ مکہ کو خبر لگی تو گھبرا کر ابوسفیان کو عذر معذرت کرکے تجدید معاہدہ پر آمادہ کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں بھیجا آپ نے معاہدہ کی تجدید نہ کی اور بالآخر دس ہزار کے اس حزب اللہ کے ساتھ آپ مکہ مکرمہ کیطرف روانہ ہوگئے کفار قریش ایسے مغلوب و مرعوب ہوچکے تھے کہ مکہ مکرمہ میں کچھ زیادہ لڑائی کی بھی نوبت نہیں آئی اور کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ سیاست نے جنگ نہ ہونے کا یہ انتظام کردیا کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں اعلان کرادیا کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ مامون ہے جو مسجد میں داخل ہوجائے وہ مامون جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے وہ مامون ہے اس طرح سب لوگوں کو اپنی اپنی

فکر پڑگئی اور قتل و قتال کی زیادہ نوبت نہیں آئی اسی لئے ائمہ فقہاء میں یہ اختلاف ہوگیا کہ مکہ مکرمہ صلح سے فتح ہوا یا جنگ سے بہرحال بڑی سہولت کے ساتھ مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خواب واقعہ بن کر سب کے سامنے آگیا، صحابہ کرام نے بے خطر ہو کر بیت اللہ کا طواف پھر حلق و قصر کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ بیت اللہ کی چابی آپکے ہاتھ آئی اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب کو خصوصاً اور سب صحابہ کو عموماً خطاب کر کے فرمایا کہ یہ ہے وہ واقعہ جو میں نے آپ سے کہا تھا، پھر حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ تھا وہ واقعہ جو میں نے تم سے کہا تھا حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ بیشک کوئی فتح صلح حدیبیہ سے زیادہ بہتر اور اعظم نہیں ہے۔ صدیق اکبرؓ تو پہلے سے فرماتے تھے کہ اسلام میں کوئی فتح صلح حدیبیہ کے برابر نہیں ہے لیکن لوگوں کی رائے اور بصیرت وہاں تک نہ پہنچی جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے درمیان ایک طے شدہ حقیقت تھی یہ لوگ جلد بازی کرنا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی جلد بازی سے متاثر ہو کر جلدی نہیں کرتا بلکہ حکمت و مصلحت کیساتھ ہر کام اپنے صحیح وقت پر انجام پاتا ہے اس لئے سورۂ فتح میں حق تعالیٰ نے واقعہ حدیبیہ کو فتح مبین فرمایا۔ یہ واقعہ حدیبیہ کے اہم اجزاء تھے جن سے اگلی آیات کے سمجھنے میں سہولت ملیگی اب آیات کی تفسیر دیکھئے۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ، اسمیں لیغفر کا لام اگر تعلیل یعنی بیان علت کے لئے لیا جائے تو حاصل اسکا یہ ہے کہ یہ فتح مبین آپ کو اس لئے دی گئی ہے تاکہ آپ کو یہ تین کمالات حاصل ہو جائیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے، ان میں پہلی چیز تمام اگلی پچھلی لغزشوں اور خطاؤں کی معافی ہے۔ سورۂ محمد میں پہلے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں ان کی طرف قرآن میں جہاں کہیں ذنب یا عصیان وغیرہ کے الفاظ منسوب کئے گئے وہ انکے مقام عالی کی مناسبت سے ایسے کاموں کے لئے استعمال کئے گئے جو خلاف اولیٰ تھے مگر نبوت کے مقام بلند کے اعتبار سے غیر افضل پر عمل کرنا بھی ایسی لغزش ہے جسکو قرآن نے بطور تہدید کے ذنب و گناہ سے تعبیر کیا ہے اور ما تقدم سے مراد وہ لغزشیں ہیں جو نبوت سے پہلے ہوئیں اور ما تاخر سے مراد وہ لغزشیں جو رسالت و نبوت کے بعد صادر ہوئیں (مظہری) اور فتح مبین کا اس مغفرت کے لئے سبب ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اس فتح مبین سے بہت لوگ جوق جوق اسلام میں داخل ہوں گے اور اسلام کی دعوت کا عام ہو جانا آپکی زندگی کا مقصد عظیم اور آپکے اجر و ثواب کو بہت بڑھانے والا ہے اور اجر و ثواب کی زیادتی سبب ہوتی ہے کفارہ سیئات کی (بیان القرآن)

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا، یہ دوسری نعمت ہے جو اس فتح مبین پر مرتب ہوئی یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ صراط مستقیم پر تو آپ اول ہی سے ہیں اور نہ صرف خود صراط مستقیم پر ہیں بلکہ

دنیا کو اسی صراط مستقیم کی دعوت دینا آپ کا رات دن کا مشغلہ ہے تو ہجرت کے چھٹے سال فتح مبین کے ذریعہ صراط مستقیم کی ہدایت کے کیا معنی ہیں اسکا جواب سورۂ فاتحہ کی تفسیر لفظ ہدایت کی تحقیق میں گزر چکا ہے کہ ہدایت ایک ایسا مفہوم عام ہے کہ جس کے درجات غیر متناہی ہیں وجہ یہ ہے کہ ہدایت کے معنی منزل مقصود کا راستہ دکھلانا یا اس پر پہنچانا ہے اور اصل منزل مقصود ہر انسان کی حق تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کرنا ہے اور اس رضا و قرب کے متفاوت درجات بے شمار ہیں، ایک درجہ حاصل ہونے کے بعد دوسرے اور تیسرے درجہ کی ضرورت باقی رہتی ہے جس سے کوئی بڑے سے بڑا ولی بلکہ نبی و رسول بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا، اسی لئے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی دعا نماز کی ہر رکعت میں کرنے کی تعلیم جیسے امت کو ہے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہے جس کا حاصل صراط مستقیم کی ہدایت یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب رضا کے درجات میں ترقی حاصل کرنا ہے اس فتح مبین پر حق تعالیٰ نے اسی قرب رضا کا کوئی بہت اعلیٰ مقام آپکو عطا فرمایا جس کو یھدیک کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے

وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا، یہ تیسری نعمت ہے جو اس فتح مبین پر مرتب ہوئی کہ حق تعالیٰ کی امداد و اعانت جو آپکو ہمیشہ حاصل رہی ہے اسوقت اس مدد کا ایک بڑا درجہ آپ کو دیا گیا

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا
وہی ہے جس نے اُتارا اطمینان دل میں ایمان والوں کے تاکہ اور بڑھ جائے

اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ
ان کو ایمان اپنے ایمان کے ساتھ اور اللہ کے ہیں سب لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ

اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۴ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ
ہے خبردار حکمت والا تاکہ پہنچادے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ
نیچے بہتی ہیں ان کے نہریں ہمیشہ رہیں ان میں اور اُتار دے اُن پر سے

سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۵ۙ وَّيُعَذِّبَ
انکی بُرائیاں اور یہ ہے اللہ کے یہاں بڑی مراد ملنی اور تاکہ عذاب کرے

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ
دغاباز مردوں کو اور دغاباز عورتوں کو اور شرک والے مردوں کو اور شرک والی عورتوں کو جو اٹکلیں کرتے ہیں

بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
اللہ پر بُری اٹکلیں اُنہی پر پڑے پھیر مصیبت کا اور غصہ ہوا اللہ اُن پر

وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٦﴾ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ

اور لعنت کی اُن کو اور تیار کی اُنکے واسطے دوزخ، اور بُری جگہ پہنچے اور اللہ کے ہیں سب لشکر آسمانوں کے

وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٧﴾

اور زمین کے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا

خُلاصۂ تفسیر

وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا (جسکے دو اثر ہیں ایک بیعتِ جہاد کے وقت اسکی طرف مسابقت اور عزم وہمت جیسا کہ بیعت رضوان کے واقعہ میں اوپر ذکر آچکا ہے اور دوسرا اثر کفار کی بیجا ضد کے وقت اپنے جوش اور غیظ وغضب کو قابو میں رکھنا جسکا ذکر اس واقعہ کے جزو دوم میں تفصیل کے ساتھ آچکا ہے اور آگے بھی فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ میں آئے گا) تاکہ اُن کے پہلے ایمان کیساتھ اُن کا ایمان اور زیادہ ہو (کیونکہ درصل اطاعتِ رسول ذریعہ ہے نورِ ایمان میں زیادتی کا اور اس واقعہ میں ہر پہلو سے مکمل اطاعتِ رسول کا امتحان ہوگیا کہ جب رسول نے دعوتِ جہاد کے لئے بُلایا اور بیعت لی تو بڑی خوشدلی اور مسابقت کے ساتھ سب نے بیعت کی اور جہاد کے لئے تیار ہوگئے اور جب حکمت ومصلحت کے پیشِ نظر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قتال سے روکا اور سب صحابہ جوشِ جہاد میں قتال کے لئے بے قرار تھے مگر اطاعتِ رسول میں سرِ تسلیم خم کردیا اور قتال سے باز رہے) اور آسمان وزمین کے سب لشکر (جیسے ملائکہ اور سب مخلوقات) اللہ ہی کے (لشکر) ہیں (اسلئے کفار کی شکست اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے اللہ تعالیٰ تمھارے قتال وجہاد کا محتاج نہیں وہ اگر چاہے تو اپنے فرشتوں کے لشکر بھیجدیں جیساکہ بدر۔ احزاب۔ حنین کے غزوات میں اسکا مشاہدہ ہوچکا اور یہ لشکر بھیجنا بھی مسلمانوں کی ہمت بڑھانے کے لئے ہے ورنہ ایک فرشتہ بھی سب کیلئے کافی ہے اسلئے تم لوگوں کو نہ تو کفار کی کثرت دیکھکر جہاد وقتال میں کوئی تردد ہونا چاہیئے اور نہ جسوقت اللہ ورسول کا حکم ترک قتال کا ہوا سوقت ترک قتال میں بھی کوئی تردد ہونا چاہیئے کہ افسوس صلح ہوگئی اور کفار بچ گئے ان کو سزا نہ ہوئی اور قتال یا ترک قتال کے نتائج اور عواقب کو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کا) بڑا جاننے والا حکمت والا ہے (جب قتال میں حکمت ہوتی ہے اسکا حکم دیتا ہے اور جب ترک قتال میں مصلحت ہوتی ہے اُسکا حکم فرماتا ہے اسلئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ دونوں حالتوں میں اپنے جذبات کو امرِ رسول کے تابع رکھیں جو سبب ہے زیادتِ ایمان کا۔ آگے زیادتی ایمان کے ثمرہ کا بیان ہے یعنی) تاکہ اللہ تعالےٰ

(اس اطاعت کی بدولت) مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے جنکے نیچے نہریں جاری ہونگی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ (اس اطاعت کی بدولت) اُن کے گناہ دُور کردے (کیونکہ اطاعتِ رسول میں گناہوں سے توبہ اور اعمالِ صالحہ سب داخل ہیں جو تمام سیئات اور گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں) اور یہ (جو کچھ مذکور ہوا) اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے (اس آیت میں اوّل قلوبِ مؤمنین پر سکینت اور تحمل نازل کرنیکا انعام ذکر فرمایا پھر یہ انعام ایمان کی زیادتی کا بذریعہ اطاعتِ رسول سبب بنا اور اطاعتِ رسول دخولِ جنت کا سبب بنی اسلئے یہ سب امور مؤمنین کے قلوب میں نزولِ سکینت پر مرتب ہوئے آگے اسی سکینت پر مرتب کرکے منافقین کی اس سے محرومی) اور (اس محرومی کے سبب سے گرفتارِ عذاب ہونا بیان فرماتے ہیں یعنی یہ سکینت مسلمانوں کے قلوب پر نازل فرمائی اور کفار کے قلوب پر نہیں فرمائی) تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو (بوجہ ان کے کفر کے) عذاب دے جو کہ اللہ کے ساتھ بُرے بُرے گمان رکھتے ہیں (اس بُرے گمان سے مراد باعتبار سیاقِ کلام کے اُن لوگوں کا گمان ہے جن کو عمرہ کے لئے حدیبیہ کے سفر کی دعوت دی گئی اور انھوں نے انکار کردیا اور باہم یہ کہا کہ یہ لوگ اہل مکہ سے ہمیں لڑانا چاہتے ہیں ان کو جانے دو یہ انکے ہاتھ سے بچکر نہیں آویں گے ایسا کہنے والے لوگ منافقین ہی ہوسکتے ہیں، اور اپنے مفہومِ عام کے اعتبار سے سارے عقائدِ کفریہ شرکیہ اسی گمانِ بد میں داخل ہیں ان سب کے لئے وعید ہے کہ دُنیا میں) ان پر بُرا وقت پڑنے والا ہے (چنانچہ چندہی روز کے بعد مقتول اور محبوس ہوئے اور منافقین کی تمام عمر حسرت وپریشانی میں کٹی کہ اسلام بڑھتا تھا اور وہ گھٹتے جاتے تھے یہ تو دُنیا میں ہوا) اور (آخرت میں) اللہ تعالیٰ اُن پر غضبناک ہوگا اور اُن کو رحمت سے دُور کردیگا اور اُن کے لئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے اور (آگے اس وعید کی تاکید ہے کہ) آسمان اور زمین کے سب لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست (یعنی پوری قدرت والا ہے اگر چاہتا اپنے کسی بھی لشکر سے ان سب کی ایک دم صفائی کردیتا کہ یہ اسکے مستحق ہیں لیکن چونکہ وہ) حکمت والا ہے (اس لئے بمصلحت سزا میں مہلت دیتا ہے۔)

معارف ومسائل

شروع سورت کی تین آیتوں میں اُن خاص انعامات کا ذکر ہے جو اس فتح مبین میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مبذول ہوئے۔ بعض صحابہ جو سفرِ حدیبیہ میں ساتھ تھے انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ انعامات تو آپکے لئے ہیں اللہ آپ کو مبارک فرمائے ہمارے لئے کیا ہے

اس پر یہ آیات نازل ہوئیں ان میں اصالۃً حاضرینِ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر ہے اور چونکہ وہ انعامات ایمان اور اطاعتِ رسول کے سبب ملے اس حیثیت سے سب مؤمنین کو بھی شامل ہے کہ جو بھی ایمان اور اطاعت میں کامل ہوگا وہ ان انعامات کا مستحق ہوگا۔

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَ
ہم نے تجھ کو بھیجا احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا تاکہ تم لوگ یقین لاؤ اللہ پر اور
رَسُولِهٖ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ﴿٩﴾
اسکے رسول پر اور اسکی مدد کرو اور اسکی عظمت رکھو اور اسکی پاکی بولتے رہو صبح اور شام
إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ ۖ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ
تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر انکے
أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۖ وَمَنْ أَوْفٰى
ہاتھ کے پھر جو کوئی قول توڑے سو توڑتا ہے اپنے نقصان کو اور جو کوئی پورا کرے
بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾ ع ۱ ۹
اس چیز کو جس پر اقرار کیا اللہ سے تو وہ اس کو دے گا بدلہ بہت بڑا

خلاصۂ تفسیر

(اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپکو (اعمالِ اُمّت پر قیامت کے دن) گواہی دینے والا (عموماً اور دُنیا میں خصوصاً مسلمانوں کے لئے) بشارت دینے والا اور (کافروں کے لئے) ڈرانے والا کرکے بھیجا ہے (اور اے مسلمانو، ہم نے اُن کو اسلئے رسول بنا کر بھیجا ہے) تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس (کے دین) کی مدد کرو اور اسکی تعظیم کرو (عقیدۃً بھی کہ اللہ تعالیٰ کو تمام کمالات کیساتھ موصوف اور تمام نقائص اور عیوب سے پاک سمجھو اور عملاً بھی کہ اُس کی اطاعت کرو) اور صبح و شام اُسکی تسبیح (و تقدیس میں لگے رہو (اگر اس تسبیح کی تفسیر نماز سے کیجائے تو صبح شام کی فرض نمازیں مُراد ہونگی ورنہ مطلق ذکر اگرچہ مستحب ہی ہو مراد ہوگا۔ آگے بعض حقوق خاصہ کے متعلق ارشاد ہے کہ) جو لوگ آپ سے (حدیبیہ کے روز اس بات پر) بیعت کر رہے ہیں (یعنی بیعت کر چکے ہیں کہ جہاد سے بھاگیں گے نہیں) تو وہ (واقع میں) اللہ تعالےٰ سے بیعت کر رہے ہیں (کیونکہ مقصود آپ سے اس پر بیعت کرنا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام بجا لاویںگے اور جب یہ بات ہے تو گویا) خدا کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہے پھر (بیعت کے بعد) جو شخص عہد

توڑے گا (یعنی بجائے اطاعت کے مخالفت کریگا) تو اُسکے عہد توڑنے کا وبال اُسی پر پڑیگا اور جو شخص اس بات کو پورا کریگا جس پر (بیعت میں) خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب خدا اُس کو بڑا اجر دیگا۔

معارف و مسائل

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے اُن انعامات کا ذکر تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی اُمّت پر خصوصاً بیعتِ رضوان کے شرکاء پر مبذول ہوئے، اور چونکہ ان انعامات کا عطا کرنے والا اللہ اور واسطہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اسکی مناسبت سے آیاتِ مذکورہ میں ان کے حقوق اور تعظیم و تکریم کا ذکر ہے اول رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے آپ کی تین صفات بیان فرمائیں۔ شاہد، بشیر، نذیر۔ شاہد کے معنی گواہ کے ہیں مراد اس کی وہی ہے جو سورہ نساء کی آیت فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا کی تفسیر میں معارف القرآن جلد دوم صفحہ ۴۱۹ میں گزر چکی ہے کہ ہر نبی اپنی اُمّت کی بابت اس بات کی گواہی دیگا کہ اُسنے اللہ کا پیغام اُمّت کو پہنچا دیا پھر کسی نے اطاعت کی کسی نے نافرمانی۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کے متعلق گواہی دیں گے۔ سورۂ نساء کی آیت کی تفسیر میں قرطبی نے لکھا ہے کہ انبیاء کی یہ گواہی اپنے زمانے کے موجود لوگوں کے متعلق ہوگی کہ ان کی دعوتِ حق کو کس نے قبول کیا اور کس نے نافرمانی کی، اسی طرح رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ گواہی اپنے زمانے کے لوگوں کے متعلق ہوگی۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ گواہی تمام اُمّت کے اعمال طاعات سیئات پر ہوگی کیونکہ بعض روایات کے مطابق اُمّت کے اعمال صبح شام رسُول اللہ کے سامنے فرشتے پیش کرتے ہیں اسلئے آپ تمام اُمّت کے اعمال سے باخبر ہونگے (ذکرہ القرطبی عن سعید بن المسیب رح) اور بشیر کے معنی بشارت دینے والا، نذیر کے معنی ڈرانے والا۔ مُراد یہ ہے کہ آپ اُمّت کے مؤمنین اور اطاعت کرنے والوں کو جنّت کی بشارت دینے والے ہیں اور کفار فجار کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں آگے رسُول کو بھیجنے کا مقصد یہ بتلایا گیا کہ تم لوگ اللہ اور اسکے رسُول پر ایمان لاؤ۔ اور ایمان کے ساتھ مزید تین اوصاف کا ذکر فرمایا ہے جو مومنین میں ہونے چاہئیں تُعَزِّرُوهُ۔ تُوَقِّرُوهُ اور تُسَبِّحُوهُ۔ تُعَزِّرُوهُ، تعزیر سے مشتق ہے جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں اور سزا کو جو تعزیر کہا جاتا ہے وہ بھی اسلئے کہ مجرم کی مدد حقیقی اسمیں ہے کہ اس پر سزا جاری کیجائے (مفردات القرآن راغب) اور تُوَقِّرُوهُ، توقیر سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں تعظیم، اور تُسَبِّحُوهُ، تسبیح سے مشتق ہے جس کے معنی پاکی بیان کرنے کے ہیں انمیں آخری لفظ تو متعین ہے کہ اللہ ہی کے لئے ہوسکتا ہے اسلئے تُسَبِّحُوهُ کی ضمیر میں بجز اس کے کوئی احتمال نہیں کہ حق تعالیٰ کیطرف راجع ہو اسی لئے اکثر حضرات نے پہلے دونوں جملوں کی ضمیریں بھی اللہ تعالیٰ کیطرف راجع کرکے معنی یہ قرار دیئے ہیں کہ ایمان لاؤ اور اللہ کی یعنی اسکے دین اور رسُول

کی مدد کرو اور اسکی تعظیم کرو اور اسکی تسبیح کرو۔ اور بعض حضرات نے پہلے دو جملوں کی ضمیر رسول کیطرف راجع کر کے مطلب یہ قرار دیا کہ رسول کی مدد کرو اور تعظیم کرو اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو مگر بعض مفسرین نے فرمایا کہ اسمیں انتشار ضمائر لازم آتا ہے جو بلاغت کے خلاف ہے واللہ اعلم۔ اسکے بعد اس بیعت کا ذکر ہے جسکا واقعہ قصہ حدیبیہ کے جزو دہم میں گزر چکا ہے۔ اس بیعت کے متعلق حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر یہ بیعت کی چونکہ مقصود اس سے اللہ کے حکم کی تعمیل اور رضا جوئی ہے اسلئے گویا خود اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اور جب انھوں نے رسول کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو گویا اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اللہ کا ہاتھ متشابہات میں سے ہے جس کی کیفیت اور حقیقت نہ کسی کو معلوم ہے نہ معلوم کرنے کی فکر میں رہنا درست ہے، اس بیعت کی فضیلت آگے بھی آرہی ہے لفظ بیعت در اصل کسی خاص کام پر عہد لینے کا نام ہے اسکا قدیم اور مسنون طریقہ باہم عہد کرنے والوں کا ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ہے اگرچہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا شرط اور ضروری نہیں۔ بہر حال جس کام کا کسی سے عہد کیا جائے اسکی پابندی شرعاً واجب و ضروری ہے اور خلاف ورزی حرام ہے اسی لئے آگے فرمایا کہ جو شخص اس عہد بیعت کو توڑیگا تو کچھ اپنا ہی نقصان کریگا اللہ اور اسکے رسول کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور جو اس عہد کو پورا کریگا تو اس کو اللہ تعالیٰ بڑا اجر دینے والے ہیں۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا

اب کہیں گے تجھ سے پیچھے رہ جانے والے گنوار ہم کام میں لگے رہ گئے اپنے مالوں کے اور گھر والوں کے

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ

سو ہمارا گناہ بخشوا وہ کہتے ہیں اپنی زبان سے جو اُن کے دل میں نہیں تو کہہ

فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ

کس کا کچھ بس چلتا ہے اللہ سے تمھارے واسطے اگر وہ چاہے تمھارا نقصان یا چاہے تمھارا

نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن

فائدہ بلکہ اللہ ہے تمھارے سب کاموں سے خبردار کوئی نہیں تم نے تو خیال

لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ

کیا تھا کہ پھر کر نہ آئے گا رسول اور مسلمان اپنے گھر کبھی اور کھب گیا

ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ﴿١٢﴾ وَ

تمھارے دل میں یہ خیال اور اٹکل کی تم نے بُری اٹکلیں اور تم لوگ تھے تباہ ہونے والے اور

مَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣﴾

جو کوئی یقین نہ لائے اللہ پر اور اسکے رسول پر تو ہمنے تیار کر رکھی ہے منکروں کے واسطے دہکتی آگ

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ

اور اللہ کے لئے ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا بخشے جس کو چاہے اور عذاب میں ڈالے

مَن يَشَاءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٤﴾

جس کو چاہے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

خُلاصۂ تفسیر

جو دیہاتی (اس سفر حُدیبیہ سے) پیچھے رہ گئے (شریک سفر نہیں ہوئے) وہ عنقریب (جبکہ آپ مدینہ پہنچیں گے) آپ سے (بات بنانے کے طور پر) کہیں گے کہ (ہم جو آپکے ساتھ شریک نہیں ہوئے وجہ اسکی یہ ہوئی کہ) ہم کو ہمارے مال اور عیال نے فرصت نہ لینے دی (یعنی انکی ضروریات میں مشغول رہے) تو ہمارے لئے (اس کوتاہی کی) معافی کی دُعا کر دیجئے (آگے حق تعالیٰ اُن کی تکذیب فرماتے ہیں کہ) یہ لوگ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُن کے دل میں نہیں ہیں (آگے آپ کو تلقین ہے کہ یہ لوگ جب آپ سے یہ عذر پیش کریں تو) آپ کہدیجئے کہ (اول تو یہ عذر اگر سچا بھی ہوتا تو بمقابلہ اللہ و رسُول کے حکم قطعی کے محض عذر لنگ اور باطل ہوتا) سو (ہم پوچھتے ہیں کہ) وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمھارے لئے (نفع و نقصان میں) کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے (یعنی تمھاری ذات یا تمھارے مال اور عیال میں جو نفع یا نقصان تقدیر الٰہی میں مقدر ہو چکا ہے اسکے خلاف کرنیکا کسی کو اختیار نہیں۔ البتہ شریعتِ اسلام نے بہت سے مواقع پر اسطرح کے خطرات کا عذر قبول کر کے رخصت دیدی ہے بشرطیکہ وہ عذر واقعی ہو، اور جہاں شریعت نے اس عذر کو قبول نہیں کیا اور رخصت نہیں دی بلکہ حکم قطعی کر دیا جیسا کہ مسئلہ زیر بحث میں ہے کہ سفر حدیبیہ کے لئے اللہ و رسُول نے گھربار کے مشاغل کو قابلِ قبول عذر قرار نہیں دیا اگرچہ وہ واقعی ہو۔ دوسرے یہ عذر جو تم کر رہے ہو واقعی اور سچا بھی نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے اور تم سمجھتے ہوگے کہ مجھ کو اس جھوٹ کی خبر نہیں ہوئی) بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ تعالےٰ (نے جو کہ) تمھارے سب اعمال پر مطلع ہے (مجھ کو بذریعہ وحی اطلاع کر دی ہے کہ تمھاری غیر حاضری کی وجہ وہ نہیں جو تم بیان کر رہے ہو) بلکہ (اصل وجہ یہ ہے کہ) تمنے یہ سمجھا کہ رسول اور مؤمنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آویں گے (بلکہ مشرکین سب کی صفائی کر دیں گے) اور یہ بات تمھارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی (بوجہ اللہ و رسُول کی عداوت کے تمھاری دلی تمنا بھی تھی) اور تمنے بُرے بُرے گمان کئے اور تم (ان بُرے گمانوں کیوجہ سے جو کہ خیالاتِ کفریہ ہیں) برباد ہونیوالے لوگ ہوگئے اور (اگر ان وعیدوں کو سنکر تم اب بھی دل سے ایمان لے آؤ تو خیر ورنہ) جو شخص اللہ پر

اور اسکے رسول پر ایمان نہ لادیگا تو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور (مومن و غیر مومن کے لئے مذکورہ قانون مقرر کرنے سے تعجب نہ کیا جائے کیونکہ) تمام آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے وہ جسکو چاہے بخشدے اور جس کو چاہے سزا دے اور (کافر اگرچہ مستحق عذاب ہوتا ہے لیکن) اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے (کہ وہ بھی سچے دل سے ایمان لے آویں تو اُن کو بھی بخشد یتا ہے)

معارف و مسائل

یہ مضمون جو اوپر مذکور ہوا اُن اعراب کے متعلق ہے جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر حدیبیہ میں ساتھ چلنے کا حکم کیا تھا مگر انھوں نے بہانہ بازی سے کام لیا جسکا بیان قصۂ حدیبیہ کے جزو اوّل میں ہوچکا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنمیں بعض حضرات بعد میں تائب اور مخلص ہوگئے تھے

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا
اب کہیں گے جو پیچھے رہ گئے ہوئے جب تم چلوگے غنیمتیں لینے کو چھوڑو ہم بھی چلیں
نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا
تمھارے ساتھ چاہتے ہیں کہ بدل دیں اللہ کا کہا تو کہدے تم ہمارے ساتھ ہرگز نہ چلوگے
كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ
یوں ہی کہدیا اللہ نے پہلے سے پھر اب کہیں گے نہیں تم تو جلتے ہو ہمارے فائدہ سے کوئی نہیں
كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ
پر وہ نہیں سمجھتے ہیں مگر تھوڑا سا کہدے پیچھے رہ جانے والے گنواروں سے
سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ
آئندہ تم کو بلائیں گے ایک قوم پر بڑے سخت لڑنے والے تم اُن سے لڑوگے یا وہ مسلمان ہونگے
فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ
پھر اگر حکم مانوگے دیگا تم کو اللہ بدلہ اچھا اور اگر پلٹ جاؤگے جیسے پلٹ گئے تھے
مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ
پہلی بار دیگا تم کو ایک عذاب دردناک اندھے پر تکلیف نہیں
وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ
اور نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ بیمار پر تکلیف اور جو کوئی
يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ
حکم مانے اللہ کا اور اسکے رسول کا اسکو داخل کریگا باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

ع ۲ ۷ ۱۰

وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾ ع
اور جو کوئی پلٹ جائے اُس کو عذاب دے گا دردناک

خُلاصۂ تفسیر

جو لوگ (سفر حدیبیہ سے) پیچھے رہ گئے وہ عنقریب جب تم (خیبر کی) غنیمتیں لینے چلو گے (مطلب یہ ہے کہ خیبر فتح کرنے کے لئے چلوگے جہاں غنیمت ملنے والی ہے تو یہ لوگ تم سے) کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمھارے ساتھ چلیں (وجہ اس درخواست کی مالِ غنیمت کی طمع تھی جسکا حاصل ہونا قرائن سے ان کو معلوم اور متوقع تھا بخلاف سفر حدیبیہ کے کہ اسمیں زحمت بلکہ ہلاکت زیادہ متوقع تھی، اسکے متعلق حق تعالےٰ نے فرمایا کہ) وہ لوگ یُوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں (یعنی حکم اللہ کا یہ تھا کہ اس غزوہ میں صرف وہ لوگ جائیں جو حدیبیہ اور بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے انکے سوا اور کوئی نہ جائے خصوصاً اُن لوگوں میں جنھوں نے سفر حدیبیہ میں تخلف اختیار کیا اور بہانہ بازی کی سو) آپ کہدیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے (یعنی تمھاری یہ درخواست ہم منظور نہیں کرسکتے کیونکہ اسمیں حکم خداتعالیٰ کی تبدیلی کا گناہ ہے کیونکہ) اللہ تعالےٰ نے پہلے سے یُوں ہی فرمادیا ہے (یعنی حدیبیہ سے واپسی ہی میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیدیا تھا کہ غزوہ خیبر میں اہل حدیبیہ کے سوا کوئی نہ جائے گا اور یہ حکم خداوندی بظاہر قرآن میں مذکور نہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم وحی غیر متلو کے ذریعہ آپ کو ملا تھا جو احادیث کے ذریعہ بیان کی جاتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیبیہ سے واپسی میں جو سورت فتح نازل ہوئی اور اسمیں یہ آیت آئی اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا، اسمیں فتح قریب سے مراد فتح خیبر ہی ہے تو اس آیت نے اشارہ کردیا کہ یہ فتح خیبر اُنہی اہل حدیبیہ کو نصیب ہوگی، اور جب آپ اُن کو یہ جواب دیں گے) تو وہ لوگ کہیں گے (ظاہر یہ ہے کہ آپکے سامنے کہنا مراد نہیں بلکہ اوروں سے کہیں گے کہ ہمارے ساتھ نہ لینے کو جو خدا کا حکم جتلایا جاتا ہے بات یہ نہیں) بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو (اسلئے ہمارا شریک ہونا گوارا نہیں حالانکہ مسلمانوں میں حسد کا کوئی شائبہ نہیں) بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں (اگر سمجھ پوری ہوتی تو اللہ کے اس حکم کی حکمت بآسانی سمجھ سکتے تھے کہ حدیبیہ میں ان حضرات نے ایک بہت بڑے خطرہ اور بڑے امتحان کا کام کیا منافقین نے اپنی دُنیوی اغراض کو مقدم رکھا یہ وجہ انکی تخصیص اور انکی محرومی کی ہے۔ یہانتک مضمون خیبر کے متعلق تھا آگے ایک دوسرے واقعہ کے متعلق گفتگو کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ) آپ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے (یہ بھی) کہدیجئے کہ (اگر ایک خیبر میں نہ گئے تو نہ سہی ثواب حاصل کرنے کے اور بھی مواقع آنے والے ہیں چنانچہ)

عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بُلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہونگے (مراد اس سے فارس وروم کے غزوات ہیں (کذا فی الدر عن ابن عباسؓ) کیونکہ ان کی فوجیں تربیت یافتہ اور باسامان تھیں کہ) یا تو اُن سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہو جاویں (خواہ اسلام قبول کرکے یا اسلامی حکومت کی اطاعت اور جزیہ دینا قبول کرکے۔ مطلب یہ کہ تم اس کام کے لئے بلائے جاؤ گے) سو (اُس وقت) اگر تم اطاعت کروگے (اور اُن سے جہاد کروگے) تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک اجر دیگا اور اگر تم (اُسوقت بھی) روگردانی کروگے جیسا اسکے قبل (حُدیبیہ وغیرہ میں) روگردانی کرچکے ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دیگا (البتہ دعوتِ جہاد سے معذور لوگ مستثنیٰ ہیں چنانچہ) نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور (اوپر جو مجاہدین کے لئے جنّت ونعمت کے وعدے اور جہاد سے جان چُرانے والوں کے لئے وعیدیں مذکور ہیں انہیں کچھ انہی لوگوں کی تخصیص نہیں بلکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) جو شخص اللہ اور رسُول کا کہنا مانیگا اسکو ایسی جنتوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص (حکم سے) روگردانی کریگا اس کو دردناک عذاب کی سزا دیگا۔

معارف ومسائل

آیاتِ مذکورہ میں اس واقعہ کا ذکر ہے جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد ۷ ؁ھ ہجری میں پیش آیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کا ارادہ فرمایا تو صرف ان لوگوں کو ساتھ لیا جو سفرِ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو خیبر کی فتح اور وہاں سے اموالِ غنیمت ملنے کا وعدہ فرمایا تھا اسوقت دیہات کے وہ لوگ جو سفر حُدیبیہ میں باوجود بُلانے کے عذر کرکے پیچھے رہ گئے تھے ان لوگوں نے بھی جہاد خیبر میں ساتھ چلنے کا ارادہ کیا خواہ اس طرح سے کہ اُن کو قرائن سے خیبر کا فتح ہونا اور وہاں مال غنیمت ملنے کی توقع تھی اور یا مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے معاملات اور صلح حدیبیہ کے کچھ برکات دیکھ کر اُن کو جہاد سے پیچھے رہنے پر ندامت ہوئی اور اب شرکتِ جہاد کا ارادہ کیا۔ ان کے جواب میں قرآن نے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے کلام یعنی اُسکے حکم کو بدلنا چاہتے ہیں یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلٰمَ اللّٰہِ، اور مراد اس حکم سے غزوۂ خیبر اور اسکے مغانم کا صرف اہل حدیبیہ کے ساتھ مخصوص ہونا ہے اور اسکے بعد کَذٰلِکُمْ قَالَ اللّٰہُ مِنْ قَبْلُ میں بھی یہی تخصیص اہل حدیبیہ کا قول ہے مگر یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں تو کہیں اس تخصیص کا ذکر ہے نہیں پھر اس تخصیص کے وعدہ کو کلام اللہ اور قال اللہ کہنا کیسے صحیح ہوا۔

وحی الٰہی صرف قرآن میں منحصر نہیں، قرآن کے علاوہ بھی بذریعہ وحی احکام آئے ہیں اور احادیث رسُول بھی کلام اللہ کے حکم میں ہیں

علماء نے فرمایا کہ یہ تخصیص اہل حدیبیہ کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اسکا قرآن میں کہیں صراحۃً ذکر نہیں، بلکہ تخصیص اہل حدیبیہ کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے وحی غیر متلو کے ذریعہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سفر حدیبیہ میں فرمایا تھا، اسی کو اس جگہ کلام اللہ اور قال اللہ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علاوہ احکام قرآن کے جو احکام احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں وہ بھی حسب تصریح اس آیت کے کلام اللہ اور قول اللہ میں داخل ہیں۔ جو ملحدین احادیث رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حجت دین نہیں مانتے یہ آیتیں انکے الحاد کو کھولنے کے لئے کافی ہیں، رہا یہ معاملہ کہ اسی سُورت میں جو سفر حدیبیہ کے شروع میں نازل ہوئی ہے یہ الفاظ قرآن میں موجود ہیں اَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا اور باتفاق مفسّرین یہاں فتح قریب سے فتح خیبر مُراد ہے تو اس طرح قرآن میں فتح خیبر کا اور اُس کے غنائم اہل حدیبیہ کو ملنے کا وعدہ آگیا وہی اس لفظ کلام اللہ اور قال اللہ کی مُراد ہوسکتی ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں غنیمت کا وعدہ تو ہے مگر اسکا کہیں ذکر نہیں کہ یہ غنیمت اہل حدیبیہ کے ساتھ مخصوص ہوگی دوسرے اسمیں شریک نہ ہوسکیں گے یہ تخصیص تو بلاشبہ حدیثِ رسول ہی سے معلوم ہوئی ہے وہی کلام اللہ اور قال اللہ کا مصداق ہے اور بعض حضرات نے جو سورۂ توبہ کی آیت کو اسکا مصداق قرار دیا ہے یعنی فَاسْتَاْذَنُوْکَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا اِنَّکُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّۃٍ تو اس لئے صحیح نہیں کہ یہ آیات غزوۂ تبوک کے متعلق آئی ہیں، اور وہ غزوۂ خیبر کے بعد ۹ ؁ھ ہجری میں ہوا ہے (قرطبی وغیرہ)

قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا، اس میں جو تاکیدی طور پر متخلفین حُدیبیہ سے یہ فرمایا ہے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں ہوسکتے یہ صرف غزوۂ خیبر کے ساتھ مخصوص ہے آگے کسی اور جہاد میں بھی شریک نہ ہوسکیں یہ اس سے لازم نہیں آتا، یہی وجہ ہے کہ ان متخلفین حدیبیہ میں سے قبائل مزنیہ اور جُہینہ بعد میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ غزوات میں شریک ہوئے (کمافی الروح عن البحر۔ بیان)

متخلفین حُدیبیہ میں سے بعض لوگ بعد میں تائب ہوکر سچے مسلمان ہوگئے تھے

غزوۂ خیبر کے وقت جتنے متخلفین حدیبیہ تھے سبھی کو اس جہاد کی شرکت سے روکدیا گیا تھا حالانکہ ان میں سب منافق نہیں، بعض مسلمان بھی تھے اور بعض گو اسوقت منافق تھے مگر بعد میں سچے ایمان کی انکو توفیق ہوگئی تھی اسلئے ایسے لوگوں کی دلجوئی کے لئے اگلی آیات آئیں جنہیں اُن کو تسلی دی گئی ہے کہ اگرچہ غزوۂ خیبر اللہ کے وعدے کیمطابق اہل حدیبیہ کے لئے مخصوص کردیا گیا مگر جو مخلص مسلمان ہیں اور دل سے شرکتِ جہاد چاہتے ہیں اُن کے لئے دوسرے مواقع آنے والے ہیں ان مواقع کو قرآن کریم ایک خاص پیشین گوئی کی صورت میں بیان فرماتا ہے جسکا ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونے

والا ہے۔ ارشاد فرمایا، سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ، یعنی ایک ایسا وقت آنے والا ہے جبکہ تمہیں جہاد کی دعوت دی جائے گی اور یہ جہاد ایک بڑی سخت جنگجو قوم کے ساتھ ہوگا۔ اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیش نہیں آیا، کیونکہ اولاً تو آپ کا اس کے بعد اعراب کو کسی غزوہ میں دعوتِ شرکت دینا ثابت نہیں ثانیاً اسکے بعد کسی ایسی قوم سے مقابلہ بھی نہیں ہوا جسکے بہادر اور سخت ہونیکا قرآن نے ذکر فرمایا ہے کیونکہ غزوۂ تبوک میں اگرچہ مقابلہ ایسی قوم سے تھا مگر نہ اُس غزوہ میں اعراب کو دعوت دینا ثابت ہے اور نہ اسمیں قتال کی نوبت آئی کیونکہ مقابل آدمیوں پر اللہ نے رعب ڈالدیا وہ مقابلہ پر نہیں آئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بغیر قتال کے واپس آئے اور غزوۂ حنین میں بھی نہ انکو دعوت دینا ثابت ہے اور نہ اُسوقت مقابل کوئی ایسی قوم تھی جو سخت اور ساز وسامان والی ہو۔ اسلئے ائمۂ تفسیر میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے فارس اور روم یعنی کسریٰ و قیصر کی قومیں ہیں جن کیساتھ جہاد حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد میں ہوا ہے (ہو قول ابن عباسؓ عطاء و مجاہد و ابن ابی لیلیٰ والحسن۔ قرطبی) اور حضرت رافع بن خدیج رض نے فرمایا کہ ہم قرآن کی یہ آیت پڑھتے تھے اور ہمیں معلوم نہ تھا کہ اس قوم سے کونسی قوم مراد ہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ہمیں بنو حنیفہ اہل یمامہ یعنی مسیلمہ کذاب کی قوم کیساتھ جہاد کرنے کی دعوت دی اسوقت ہم سمجھے کہ یہی قوم اس آیت میں مراد تھی مگر ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد و تعارض نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ سبھی قومیں اسمیں داخل ہوں۔

امام قرطبیؒ نے اسکو نقل کرکے فرمایا کہ یہ آیت اسکی دلیل ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی خلافت حق کے مطابق تھی انکی دعوت کا ذکر خود قرآن نے آیتِ مذکورہ میں فرمایا ہے تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ، حضرت اُبی رض کی قرأت میں اَوْ يُسْلِمُوْا بغیر نون کے آیا ہے اس لئے قرطبی نے اسکے مطابق حرف اَوْ کو حتّٰی کے معنی میں لیا ہے یعنی اُس قوم سے قتال اسوقت تک ہوتا رہے گا جب تک کہ وہ مطیع فرمانبردار نہ ہوجائیں خواہ اسلام قبول کرکے یا اسلامی حکومت کی اطاعت میں رہنا قبول کرکے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ، حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ جب اوپر کی آیات میں جہاد کی شرکت سے ہٹنے والوں کے لئے عذاب کی وعید آئی اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا، تو کچھ معذور لوگ جو صحابہ کرام میں تھے اُن کو فکر ہوئی کہ ہم تو شرکتِ جہاد کے قابل نہیں، کہیں ہم بھی اس وعید میں شامل نہ ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اندھے، لنگڑے اور بیمار کو حکم جہاد سے مستثنیٰ کردیا گیا (قرطبی) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ
تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے پھر معلوم

مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾
کیا جو اُن کے جی میں تھا پھر اُتارا اُن پر اطمینان اور انعام دیا ان کو ایک فتح نزدیک

وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾
اور بہت غنیمتیں جن کو وہ لیں گے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ
وعدہ کیا ہے تم سے اللہ نے بہت غنیمتوں کا کہ تم ان کو لوگے سو جلدی پہنچادی تم کو یہ غنیمت اور روک دیا

اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ
لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے اور تاکہ ایک نمونہ ہو قدرت کا مسلمانوں کے واسطے اور چلائے تم کو

صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا
سیدھی راہ اور ایک فتح اور جو تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ کے قابو میں ہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾
اور اللہ ہر چیز کر سکتا ہے

خلاصۂ تفسیر

تحقیق اللہ ان مسلمانوں سے (جو آپکے ہمسفر ہیں) خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے (جہاد میں ثابت قدم رہنے پر) بیعت کر رہے تھے اور اُن کے دلوں میں جو کچھ (اخلاص اور عہد کو پورا کرنے کا عزم) تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور (اسوقت) اللہ تعالیٰ نے اُن (کے قلب) میں اطمینان پیدا کردیا (جس سے اُن کو خدا کا حکم ماننے میں ذرا پس و پیش یا تردد نہیں ہوا یہ تو معنوی نعمتیں ہوئیں) اور (اسکے ساتھ کچھ محسوس نعمتیں بھی دی گئیں جن میں معنوی نعمتیں بھی شامل تھیں، چنانچہ) اُن کو ایک لگتے ہاتھ فتح دیدی (مراد اس فتح سے فتح خیبر ہے) اور (اس فتح میں) بہت سی غنیمتیں بھی (دیں) جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست (اور) بڑا حکمت والا ہے (کہ اپنی قدرت اور حکمت سے جسوقت جس کے لئے مناسب سمجھتا ہے فتح دیدیتا ہے۔ اور کچھ اسی فتح خیبر پر بس نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو (ان میں سے) سردست تم کو یہ دیدی ہے اور (اس کے دینے کے لئے خیبر اور حلفاء خیبر کے) لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے (یعنی سب کے

دلوں پر رُعب ڈالدیا کہ اُن کو زیادہ دراز دستی کی ہمت نہ ہوئی اور اس سے تمہارا دُنیوی نفع بھی مقصود تھا تاکہ آرام اور فراغت ملے) اور (دینی نفع بھی تھا) تاکہ یہ (واقعہ) اہلِ ایمان کیلئے (دوسرے وعدوں کے سچے ہونیکا) ایک نمونہ ہو جائے (یعنی خدا کے وعدوں کے سچا ہونے پر اور زیادہ ایمان پختہ ہو جائے) اور تاکہ (اس نمونہ کے ذریعہ) تم کو (آئندہ کے لئے ہر کام میں) ایک سیدھے راستہ پر ڈالدے (مراد اس راستہ سے توکل اور اللہ پر بھروسہ ہے یعنی ہمیشہ کے لئے اس واقعہ کو سوچ کر اللہ پر اعتماد سے کام لیا کرو اس طرح دینی نفع دو ہو گئے ایک علمی اور اعتقادی جس کو ولتکون سے بیان فرمایا ہے، دوسرا عملی واخلاقی جس کو یھدیکم کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے) اور ایک فتح اور بھی (موعود) ہے جو (اسوقت تک) تمھارے قابو میں نہیں آئی (مراد اس سے فتح مکہ ہے جو اب تک واقع نہیں ہوئی تھی مگر) خدا تعالےٰ اس کو احاطہ (قدرت) میں لئے ہوئے ہے (جب چاہے گا تم کو عطا کر دیگا) اور (اسی کی کیا تخصیص ہے) اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

معارف و مسائل

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، اس بیعت سے مُراد بیعتِ حُدیبیہ ہے جس کا ذکر اس سے پہلے بھی اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ میں آچکا ہے یہ آیت بھی اسی سے متعلق اور اس کی تاکید ہے اس آیت میں حق تعالیٰ نے اس بیعت کے شرکاء سے اپنی رضا کا اعلان فرمادیا ہے اسی لئے اسکو بیعتِ رضوان بھی کہا جاتا ہے اور مقصود اس سے اُن شرکاء بیعت کی مدح اور اُن کو اس عہد کے پُورا کرنے کی تاکید ہے۔ صحیحین میں حضرت جابر رضہ کی روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد چودہ سو نفر کی تھی ہم سے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتم خیر اھل الارض، یعنی تم لوگ تمام روئے زمین کے انسانوں سے بہتر ہو۔ اور صحیح مسلم میں اُمِّ بشر رضہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ لا یدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ، یعنی جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے اُن میں کوئی جہنم میں نہیں جائیگا (مظہری) اس لئے اس بیعت کے شرکاء کی مثال شرکاء غزوۂ بدر کی سی ہے جیسا انکے متعلق قرآن وحدیث میں رضائے الٰہی اور جنت کی بشارتیں ہیں اسی طرح شرکاء بیعت رضوان کے لئے بھی یہ بشارت آئی ہے۔

یہ بشارتیں اس پر شاہد ہیں کہ ان سب حضرات کا خاتمہ ایمان اور اعمالِ صالحہ مرضیہ پر ہوگا کیونکہ رضائے الٰہی کا یہ اعلان اسکی ضمانت دے رہا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات اور انکی لغزشوں میں غور و بحث اس آیت کیخلاف ہے تفسیر مظہری میں فرمایا کہ جن خیارِ اُمت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے غفران و مغفرت کا یہ اعلان فرمادیا ہے، اگر اُن سے کوئی لغزش یا گناہ ہوا بھی ہے تو یہ آیت اُس کی معافی کا اعلان ہے۔ پھر انکے ایسے معاملات کو جو مستحسن نہیں ہیں غور و فکر اور بحث و مباحثہ کا میدان بنانا بدبختی اور بظاہر اس آیت کی مخالفت ہے۔ یہ آیت روافض کے قول کی واضح تردید ہے جو ابو بکر و عمر رضہ اور دوسرے صحابہ رضہ پر کفر و نفاق کے الزام لگاتے ہیں۔

شجرۂ رضوان شجرہ، جسکا ذکر اس آیت میں آیا ہے ایک ببول کا درخت تھا اور مشہور یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ لوگ وہاں چلکر جاتے اور اس درخت کے نیچے نمازیں پڑھتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضہ کو خطرہ ہوا کہ کہیں آئندہ آنے والے جہلاء اسی درخت کی پرستش نہ شروع کر دیں جیسے پچھلی اُمتوں میں اس طرح کے واقعات ہوئے ہیں اس لئے اس درخت کو کٹوا دیا مگر صحیحین میں ہے کہ حضرت طارق بن عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کے لئے گیا تو راستے میں میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو ایک مقام پر جمع تھے اور نماز پڑھ رہے تھے میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ کونسی مسجد ہے انھوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی، میں اسکے بعد حضرت سعید بن مسیب رہ کے پاس حاضر ہوا اور اس واقعہ کی خبر اُن کو دی، انھوں نے فرمایا کہ میرے والد ان لوگوں میں سے تھے جو اس بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ ہم جب اگلے سال مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو ہمنے وہ درخت تلاش کیا ہمیں بھول ہو گئی اسکا پتہ نہیں لگا۔ پھر سعید بن مسیب رح نے فرمایا کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جو خود اس بیعت میں شریک تھے اُن کو تو پتہ نہیں لگا تمھیں وہ معلوم ہو گیا عجیب بات ہے کیا تم اُنسے زیادہ واقف ہو (روح المعانی) اس سے معلوم ہوا کہ بعد میں لوگوں نے محض اپنے تخمینہ اور اندازہ سے کسی درخت کو متعین کر لیا اور اس کے نیچے حاضر ہونا اور نمازیں پڑھنا شروع کر دیا، فاروق اعظم کو یہ بھی معلوم تھا کہ یہ وہ درخت نہیں پھر خطرہ ابتلائے شرک کا لاحق ہو گیا اسلئے اسکو قطع کرا دیا ہو کیا بعید ہے۔

فتح خیبر خیبر درحقیقت ایک صوبہ کا نام ہے جسمیں بہت سی بستیاں اور قلعے اور باغات شامل ہیں (مظہری)

وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا، اس فتح قریب سے مُراد باتفاق فتح خیبر ہے جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد واقع ہوئی ہے بعض روایات کے مطابق تو حدیبیہ سے واپسی کے بعد آپ کا قیام مدینہ منورہ میں صرف دس روز اور دوسری روایت کیمطابق بیس روز رہا اسکے بعد خیبر کے لئے روانہ ہو گئے، اور ابن اسحٰق کی روایت کیمطابق آپ ذی الحجہ میں مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے اور محرم سنہ ۷ ہجری میں آپ غزوۂ خیبر کے لئے تشریف لے گئے اور ماہ صفر سنہ ۷ ہجری میں خیبر فتح ہوا۔ واقدی کے مغازی میں یہی لکھا ہے اور حافظ ابن حجر رہ نے فرمایا کہ یہی راجح ہے (تفسیر مظہری)

بہر حال یہ ثابت ہوا کہ یہ واقعہ فتح خیبر سفر حدیبیہ سے کافی دنوں کے بعد پیش آیا ہے۔ اور سورۂ فتح کا سفر حدیبیہ کے دوران نازل ہونا سب کے نزدیک متفق علیہ ہے البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ پوری سورت اُسیوقت نازل ہوئی یا کچھ آیتیں بعد میں آئیں۔ اگر پہلی صورت راجح ہو تو ان آیتوں میں واقعہ خیبر کا بیان بطور پیش گوئی کے ہو اور اسکو بصیغہ ماضی قطعی اور یقینی ہونے کی بناء پر تعبیر کیا گیا، اور اگر دوسرا قول راجح ہو تو یہ ہوسکتا ہے کہ یہ آیتیں بعد وقوع فتح خیبر کے نازل ہوئی ہوں واللہ اعلم۔

وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا، مراد اس سے خیبر کا مالِ غنیمت ہے جس سے مسلمانوں کو سہولت اور فراغ بالی حاصل ہوئی۔

وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ، اس سے مراد تمام اسلامی فتوحات اور انکے غنائم ہیں جو قیامت تک حاصل ہونے والی ہیں۔ پہلے مغانم اہلِ حدیبیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخصوص کر دیئے گئے تھے یہ سب کے لئے عام ہیں۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ تخصیص کا حکم ان آیات میں ذکر نہیں کیا گیا بلکہ وہ جداگانہ وحی کے ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا ہے۔ آپ نے اُس پر عمل کیا اور صحابہ کرام کو بتلایا۔

وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنكُمْ، اس سے مراد کفار اہلِ خیبر ہیں کہ اُن کو اس جہاد میں کچھ زیادہ زور دکھانے کا موقع اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا۔ امام بغوی نے فرمایا کہ قبیلہ غطفان یہود خیبر کا حلیف تھا جب اس قبیلہ نے خبر سنی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کی ہے تو یہ لوگ یہود کی مدد کے لئے بڑے سازوسامان سے نکلے مگر اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں میں رعب ڈالدیا اور یہ اس فکر میں پڑگئے کہ اگر ہم اسطرف گئے تو بعید نہیں کہ مسلمانوں کا کوئی لشکر ہمارے پیچھے ہمارے گھروں پر حملہ کر دے اسلئے سب ٹھنڈے ہو کر بیٹھ گئے (مظہری)

وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا، اصل ہدایت صراطِ مستقیم کی تو ان حضرات کو پہلے سے حاصل تھی مگر جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے کہ ہدایت کے درجات بیشمار ہیں یہاں وہ درجہ مراد ہے جو پہلے سے حاصل نہ تھا یعنی اللہ پر بھروسہ اور قوتِ ایمان کی زیادتی۔

وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا، یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اور بہت سی فتوحات کا وعدہ کیا ہے جس پر ابھی اُن کو قدرت نہیں۔ ان فتوحات میں چونکہ سب سے پہلے مکہ مکرمہ کی فتح ہے اس لئے بعض حضرات نے اس سے فتح مکہ مراد لیا ہے مگر الفاظ عام ہیں قیامت تک ہونے والی فتوحات اس میں شامل ہیں (مظہری)

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَ

اور اگر لڑتے تم سے کافر تو پھیرتے پیٹھ پھر نہ پاتے کوئی حمایتی اور

لَا نَصِيرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ

نہ مددگار رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آتی ہے پہلے سے اور تو ہرگز نہ دیکھے گا

اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم

اللہ کی رسم کو بدلتے اور وہی ہے جس نے روک رکھا اُنکے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے

بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

بیچ شہر مکہ کے بعد اسکے کہ تمہارے ہاتھ لگا دیا اُن کو اور ہے اللہ جو کچھ تم کرتے ہو

بَصِيرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

دیکھتا یہ وہی لوگ ہیں جو منکر ہوئے اور روکا تم کو مسجد حرام سے

وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ

اور نیاز کی قربانی کو بھی بند پڑی ہوئی اس بات سے کہ پہنچے اپنی جگہ تک، اور اگر نہ ہوتے کتنے ایک مرد ایماندار

وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم

اور کتنی عورتیں ایمان والیاں جو تم کو معلوم نہیں یہ خطرہ کہ تم ان کو پیس ڈالتے پھر تم پر اُنکی وجہ سے

مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا

خرابی پڑ جاتی بے خبری سے کہ اللہ کو داخل کرنا ہے اپنی رحمت میں جس کو چاہے اگر وہ لوگ ایک

لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۲۵﴾ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ

طرف ہو جاتے تو آفت ڈالتے ہم منکروں پر عذاب دردناک کی جب رکھی منکروں

كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ

نے اپنے دلوں میں کد نادانی کی ضد پھر اُتارا اللہ نے اپنی طرف کا اطمینان

عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا

اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور قائم رکھا ان کو ادب کی بات پر اور وہی تھے

أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۲۶﴾ ع ۹ / ۱۱

اس کے لائق اور اس کام کے اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار

خُلاصۂ تفسیر

اور (چونکہ ان کفار کے مغلوب ہونے کے مقتضیات موجود تھے جو آگے آتے ہیں اسلئے)

اگر (تم میں یہ صلح نہ ہوتی بلکہ) تم سے یہ کافر لڑتے تو (اُن مقتضیات کی وجہ سے وہ) ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا نہ مددگار (اور) اللہ تعالیٰ نے (کفار کے لئے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے (کہ مقابلہ میں اہلِ حق غالب اور اہلِ باطل مغلوب رہے ہیں اور کبھی کسیوقت کسی حکمت و مصلحت سے اسمیں تاخیر ہونا اسکے منافی نہیں) اور آپ خدا کے دستور میں (کسی شخص کیطرف سے) ردّ و بدل نہ پاویں گے (کہ خدا تعالیٰ کوئی کام کرنا چاہے اور کوئی اسکو نہ ہونے دے) اور وہ ایسا ہے کہ اس نے انکے ہاتھ تم سے (یعنی تمھارے قتل سے) اور تمھارے ہاتھ اُن (کے قتل) سے عین مکہ (کے قریب) میں (یعنی حدیبیہ میں) روک دیئے بعد اسکے کہ تم کو ان پر قابو دیدیا تھا (یہ اشارہ اس واقعہ کیطرف ہے جو قصّہ حدیبیہ کے جزو ہشتم میں شروع میں بیان ہوچکا ہے کہ قریش کے پچاس آدمیوں کو صحابۂ کرام نے گرفتار کرلیا تھا اور پھر کچھ لوگ بھی گرفتار ہوکر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے تھے اسوقت اگر مسلمان انکو قتل کردیتے تو دوسری طرف مکہ میں حضرت عثمان غنی اور انکے چند ساتھی روک لئے گئے تھے وہ ان کو شہید کردیتے اسکا لازمی نتیجہ مکمل طور پر جنگ چھڑ جانا ہوتا اور اگرچہ مذکور الصدر آیات کی پہلی آیت میں حق تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ اگر جنگ ہو بھی جاتی تو فتح مسلمانوں ہی کی ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں مسلمانوں کی بڑی مصلحت اسمیں تھی کہ اسوقت جنگ نہو اس لئے اس طرف مسلمانوں کے دلمیں یہ بات ڈالدی کہ تم انکے قیدیوں کو قتل نہ کریں اس طرح مسلمانوں کے ہاتھ انکے قتل سے روک دیئے دوسری طرف قریش کے دلوں پر اللہ نے مسلمانوں کا رعب ڈالدیا کہ اُنھوں نے صلح کیطرف مائل ہوکر سہیل کو آپ کی خدمت میں بھیجا، اس طرح حق تعالیٰ کی حکمت نے دو طرفہ انتظام جنگ نہ ہونے کا کردیا) اور اللہ تعالیٰ تمھارے کاموں کو (اُسوقت) دیکھ رہا تھا (اور اُن کاموں کے نتائج کو جانتا تھا اسلئے ایسا کام نہیں ہونے دیا جس سے جنگ چھڑ جائے۔ آگے اسکا بیان ہے کہ اگر جنگ ہوجاتی تو کفار کی مغلوبیت کس طرح اور کیوں ہوتی) یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو (عمرہ کرنے کے لئے) مسجدِ حرام سے روکا (مراد مسجدِ حرام اور صفا مروہ کے درمیان کا میدان جہاں سعی ہوتی ہے دونوں ہی ہیں مگر چونکہ طواف اصل اور اوّل ہے اور وہ مسجدِ حرام میں ہوتا ہے اسلئے اُس سے روکنے کے ذکر پر اکتفا کیا گیا) اور قربانی کے جانور کو جو (حدیبیہ میں) رُکا ہوا رہ گیا اس کو اس کے موقع میں پہنچنے سے روکا (جانوروں کی قربانی کا موقع منیٰ ہے ان لوگوں نے جانوروں کو منیٰ تک نہیں جانے دیا، اُن کے ان جرائم) اور (حرم محترم میں بیٹھ کر ایسا ظلم کرنیکا تقاضا یہ تھا کہ مسلمانوں کو جنگ کا حکم دے کر ان کو مغلوب کردیا جاتا، لیکن بعض حکمتیں اس تقاضے کو پورا کرنے سے مانع ہوگئیں اُن حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اُسوقت مکہ میں بہت

سے مسلمان کفار کے ہاتھوں محبوس اور مظلوم تھے جیسا کہ قصّہ حدیبیہ کے جزو دہم میں اسکا ذکر آیا ہے اور اُن میں سے ابو جندل کا حضورؐ کی خدمت میں پہنچکر فریاد کرنا بیان ہوچکا ہے، اگر اسوقت جنگ چھڑ جاتی تو غیر شعوری طور پر ان مسلمانوں کو بھی نقصان پہنچ جاتا اور ممکن تھا کہ ان کے ہاتھ سے ہی وہ قتل ہوجاتے اور عام مسلمانوں کو پھر اس پر ندامت و افسوس ہوتا اسلئے اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا فرمادیئے کہ جنگ نہ ہو۔ اسی مضمون کو آگے فرمایا ہے کہ) اگر (مکہ میں اسوقت) بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی یعنی انکے پس جانیکا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں (رنج و افسوس کا) ضرر پہنچتا (اگر یہ بات نہوتی) تو سب قصہ طے کردیا جاتا، لیکن ایسا اسلئے نہیں کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے (چنانچہ جنگ نہونے سے اُن مسلمانوں کی جان بچی اور تم اُن کے قتل کے گناہ اور پھر اسپر رنج و افسوس سے بچے البتہ) اگر یہ (مذکور مسلمان مکہ سے کہیں) ٹل گئے ہوتے تو ان (اہلِ مکہ) میں جو کافر تھے ہم اُن کو (مسلمانوں کے ہاتھ سے) دردناک سزا دیتے (اور ان کفار کے مغلوب و مقتول ہونیکا ایک مقتضیٰ اور بھی تھا) جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی. (اس عار سے وہ ضد مراد ہے جو بسم اللہ اور لفظ رسول اللہ کے لکھنے پر انھوں نے مزاحمت کی جیسا کہ اور صلحنامہ حدیبیہ کے بیان میں اسکا ذکر آچکا ہے) سو (اسکا مقتضیٰ یہ تھا کہ مسلمان جوش میں آکر لڑ پڑتے مگر) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مؤمنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا۔ (جس کی وجہ سے انھوں نے اس کلمہ کے لکھنے پر اصرار چھوڑ دیا اور صلح ہوگئی) اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا (تقویٰ کی بات سے مراد کلمہ طیبہ یعنی توحید و رسالت کا اقرار ہے اور مطلب اس پر جمائے رکھنے کا یہ ہے کہ توحید و رسالت کے اعتقاد کا تقاضا اطاعت ہے اللہ اور رسول کی اور مسلمانوں کا یہ صبر و ضبط اپنے جذبات کیخلاف صرف اسوجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ضبط و صبر کا حکم فرمایا تھا ایسے سخت مرحلہ میں اپنے جذبات کے خلاف رسول کی اطاعت ہی کا نام کلمہ تقویٰ پر جمنا ہے) اور وہ (مسلمان) اُس (کلمہ تقویٰ) کے (دنیا میں بھی) زیادہ مستحق ہیں (کیونکہ ان کے قلوب میں طلب حق ہے اور یہ طلب ہی ایمان تک پہنچاتی ہے) اور (آخرت میں بھی) اس (کے ثواب) کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

معارف و مسائل

بِبَطْنِ مَكَّةَ، اس لفظ کے اصلی معنی عین مکہ کے ہیں مگر یہاں اس سے مراد مقام حدیبیہ ہے اس کو مکہ مکرمہ سے بہت متصل ہونے کی بنا پر بطنِ مکہ سے تعبیر کردیا گیا ہے۔ اور اس سے اُس

بات کی تائید ہوتی ہے جو حنفیہ نے اختیار کی ہے کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں داخل ہے آنَ تَبْلُغَ مَحِلَّهٗ ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محصر عن الحج والعمرہ یعنی جس کو احرام باندھنے کے بعد کسی وجہ سے دخولِ مکہ سے روک دیا گیا ہو اُس پر باتفاق یہ تو لازم ہے کہ قربانی کر کے احرام سے حلال ہو لیکن اسمیں اختلاف ہے کہ یہ قربانی اسی جگہ ہو سکتی ہے جہاں وہ روک دیا گیا ہے، یا دوسری قربانیوں کی طرح اسکے لئے بھی حدودِ حرم کے اندر ہونا شرط ہے حنفیہ کے نزدیک اسکے لئے بھی حدود حرم شرط ہیں اس آیت سے ان کا استدلال ہے کہ یہاں اس قربانی کے لئے قرآن نے ایک خاص محل قرار دیا ہے جس سے کفار نے مسلمانوں کو روک دیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ اس قربانی کے لئے حدود حرم میں ہونا شرط ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ خود حنفیہ ہی کا یہ قول بھی ہے کہ حدیبیہ کے بعض حصے حرم میں داخل ہیں تو پھر حرم سے روکنا کیسے ثابت ہوا، تو جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس قربانی کا حدود حرم میں کسی بھی جگہ کر دینا شرعاً کافی ہے مگر اُس خاص جگہ میں جو منیٰ کے اندر منحر کے نام سے موسوم ہے اسمیں ہونا افضل ہے۔ کفار مکہ نے اسوقت مسلمانوں کو اس افضل مقام تک قربانی کا جانور لیجانے سے روک دیا تھا۔

فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ، لفظ معرۃ کے معنی بعض حضرات نے گناہ کے بیان کئے ہیں اور بعض حضرات نے مطلق مضرت کے اور بعض نے عیب کے بیان کئے ہیں، اس مقام پر ظاہر یہی آخری معنی ہیں کہ اگر جنگ چھڑ جاتی اور بے خبری کی حالت میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مکہ میں محبوس مسلمان قتل ہو جاتے تو یہ ایک عیب اور عار کی بات بھی تھی کہ کفار ان کو عار دلاتے کہ اپنے ہی دینی بھائیوں کو مار ڈالا اور مضرت بھی، مقتول مسلمانوں کی مضرت تو ظاہر ہی ہے۔ قاتل مسلمانوں کو جب خبر ہوتی سخت ندامت اور افسوس ہوتا، یہ مضرت عام مسلمانوں کو پہنچتی۔

صحابہ کرام کو غلطی اور عیب سے بچانے کا قدرتی انتظام

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ بغیر علم کے اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا جائے وہ گناہ تو نہیں مگر ایک عیب اور عار اور ندامت و افسوس کا سبب ضرور ہے اور قتل خطاء پر دیت وغیرہ دینے کے بھی احکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے صحابہ کی اس سے بھی حفاظت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے ساتھ حق تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اگرچہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں مگر عامۃً اُن کو خطاؤں اور عیبوں سے بچانے کا قدرتی انتظام ہو جاتا ہے۔

لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ، یعنی حق تعالیٰ نے اس موقع پر مسلمانوں کے قلوب میں تحمل پیدا کر کے جنگ نہ ہونے کا انتظام اس لئے فرمایا کہ انہیں سے بہت سے لوگوں کا آئندہ اسلام قبول کر لینا اللہ تعالیٰ جانتا تھا اُن پر رحمت کرنے کے لئے نیز جو مسلمان محبوس تھے اُن پر

رحمت کے لئے یہ سارا سامان کیا گیا۔

لَوْ تَزَيَّلُوْا ، تزیل کے معنی اصل میں تفرق کے ہیں مطلب یہ ہے کہ مکہ میں محبوس مسلمان اگر کفار سے الگ اور ممتاز ہوتے کہ مسلمان اُن کو پہچان کر تکلیف سے بچا لیتے تو ان کفار کے حالات کا تقاضا یہی تھا کہ اسی وقت ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں سزا دلوا دی جاتی مگر چونکہ محبوس ضعفاء مسلمین مرد اور عورتیں اُنہی کے اندر مخلوط تھے اگر قتال ہوتا تو ان کو اُن کو بچانے کی صورت نہ تھی اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو موقوف رکھا۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ، کلمہ تقویٰ سے مراد اہل تقویٰ کا کلمہ ہے یعنی کلمۂ توحید و رسالت ، اس کو کلمہ تقویٰ اسلئے کہا گیا کہ یہ کلمہ ہی تقویٰ کی بنیاد ہے۔ اور صحابہ کرام کو اس کلمہ کا احق اور اہل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی رُسوائی واضح کر دی جو ان حضرات پر کفر و نفاق کا الزام لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو ان کو کلمۂ اسلام کا اہل اور احق فرمائے اور یہ بدبخت اُن پر تبرا کریں۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ

اللہ نے سچ دکھلایا اپنے رسول کو خواب تحقیقی کہ تم داخل ہو رہو گے مسجد

الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ

حرام میں اگر اللہ نے چاہا آرام سے بال مونڈتے ہوئے اپنے سروں کے اور کترتے ہوئے

لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا

بے کھٹکے پھر جانا وہ جو تم نہیں جانتے پھر مقرر کر دی اس سے ورے ایک فتح

قَرِيْبًا (٢٧) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ

نزدیک وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچے دین پر

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (٢٨) ۭ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ

تاکہ اوپر رکھے اسکو ہر دین سے اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنیوالا محمد رسول

اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ

اللہ کا اور جو لوگ اسکے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے ان کو

رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ

رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی نشانی اُن کی اُنکے

وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ٻ وَ

منہ پر ہے سجدے کے اثر سے یہ شان ہے اُن کی تورات میں اور

مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۚ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ

مثال اُن کی انجیل میں جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اسکی کمر مضبوط کی، پھر موٹا ہوا

فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ

پھر کھڑا ہوگیا اپنی نال پر خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو تاکہ جلائے ان سے جی کافروں کا وعدہ کیا ہے اللہ نے

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾ ع ۴ ۱۲

اُن سے جو یقین لائے ہیں اور کئے ہیں بھلے کام معافی کا اور بڑے ثواب کا

خُلاصۂ تفسیر

بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول کو سچّا خواب دکھلایا ہے جو مطابق واقعہ کے ہے تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور جاؤگے امن و امان کے ساتھ کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا کوئی بال کتراتا ہوگا تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا (چنانچہ سال آئندہ ایسا ہی ہوا، اور اس سال سے تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں (اور حکمتیں) معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں (اُن حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ) پھر اس (خواب کے واقع ہونے) سے پہلے تم کو ایک قریبی فتح (خیبر کی) دیدی (تاکہ اُس سے مسلمانوں کو قوت اور سامان حاصل ہوجائے اور وہ پورے اطمینان کیساتھ عمرہ ادا کریں جیسا کہ ایسا ہی واقع ہوا)

وہ اللہ ایسا ہے کہ اُس نے اپنے رسُول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اُس (دین) کو تمام دینوں پر غالب کردے (یہ غلبہ حجت و دلیل کے اعتبار سے تو دائمی اور ہمیشہ ہی رہے گا اور شوکت و سلطنت کے اعتبار سے بھی غلبہ ہوگا مگر ایک شرط کے ساتھ وہ یہ کہ اہلِ دین یعنی مسلمان باصلاحیت ہوں۔ جب یہ شرط نہیں ہوگی تو غلبۂ ظاہری کا وعدہ نہیں اور چونکہ صحابۂ کرام میں یہ شرط موجود تھی جیسا کہ اگلی آیات جو صحابہ کے متعلق آرہی ہیں انمیں اس صلاحیت کا ذکر ہے اسلئے اس آیت میں جیسا کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بشارت ہے ایسا ہی صحابۂ کرام کے لئے فتوحات کی بشارت ہے جیسا کہ مشاہدہ ہوا کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر پچیس سال گزرنے نہ پائے تھے کہ اسلام اور قرآن دُنیا کے گوشہ گوشہ میں فاتحانہ طور پر پہنچ گیا) اور (حمیت جاہلیت والے اگر آپکے نام کے ساتھ رسول کا لفظ لکھنے سے گریز کرتے ہیں تو آپ مغموم نہوں، کیونکہ آپکی رسالت پر) اللہ کافی گواہ ہے (جس نے آپ کی رسالت کو دلائل واضحہ اور کھلے ہوئے معجزات سے ثابت کر دکھایا جس سے ثابت ہوگیا کہ) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسُول ہیں (اس جگہ محمد رسول اللہؐ کا پورا جملہ لانے سے اسطرف اشارہ ہے کہ حمیت جاہلیت والوں نے انکے نام کیساتھ رسول اللہ لکھنا گوارا نہ کیا تو کیا پروا ہے اللہ نے یہ کلمہ آپکے نام کیساتھ لکھدیا جو قیامت

تک پڑھا جائے گا، آگے آپ کی متبعین صحابہؓ کے فضائل و بشارات مذکور ہیں کہ) اور جو لوگ آپ کی صحبت پائے ہوئے ہیں (یہ لفظ تمام صحابۂ کرام کو شامل ہے خواہ اُن کی صحبت طویل میسّر ہو یا قلیل اور جو صحابہ حُدیبیہ میں آپکے ساتھ تھے وہ اصالۃً اور خصوصاً اسکے مصداق ہیں، حاصل یہ کہ سب صحابۂ کرام ان صفاتِ کمال کیساتھ موصوف ہیں کہ) وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں (اور) آپس میں مہربان ہیں (اور) اے مخاطب تو اُن کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں (اور) اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی (یعنی ثواب اور قرب) کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں اُن (کی عبدیت) کے آثار (اُنکے) سجدہ کی تاثیر سے اُنکے چہروں پر نمایاں ہیں (مراد ان آثار سے خشوع وخضوع کے انوار ہیں جو مومن متقی کے چہرہ میں عموماً مشاہدہ کئے جاتے ہیں) یہ اُنکے اوصاف (مذکورہ) توریت میں ہیں اور انجیل میں اُن کا یہ وصف (مذکور) ہے کہ جیسے کھیتی کہ اُسنے (اول زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے (مٹی پانی ہوا وغیرہ سے غذا پاکر اپنی) اُس (سوئی) کو قوی کیا (یعنی یہ کھیتی قوی ہوگئی) پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ (اپنے ہرے بھرے ہونے سے) کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہ میں اول ضعف تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کو یہ نشوونما اسلئے دیا) تاکہ اُن (کی اس حالت) سے کافروں کو (حسد میں) جلائے اور (آخرت میں) اللہ نے اُن صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں (گناہوں کی) مغفرت اور (طاعات پر) اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے

معارف و مسائل

جب صلح حُدیبیہ مکمل ہوگئی اور یہ بات طے ہوگئی کہ اسوقت بغیر دخولِ مکہ اور بغیر ادائے عمرہ کے واپس مدینہ جانا ہے اور صحابۂ کرام کا یہ عزم عمرہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب کی بنا پر ہوا تھا جو ایک طرح کی وحی تھی۔ اب بظاہر اسکے خلاف ہوتا ہوا دیکھ کر بعض صحابۂ کرام کے دلوں میں خود یہ شکوک پیدا ہونے لگے کہ (معاذ اللہ) آپ کا خواب سچا نہ ہوا۔ دوسری طرف کفار و منافقین نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تمھارے رسُول کا خواب صحیح نہ ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الآیۃ (رواہ البیہقی وغیرہ عن مجاہد)

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ، لفظ صدق بمقابلہ کذب کے اقوال میں استعمال ہوتا ہے۔ جو قول واقعہ کے مطابق ہو اسکو صدق جو مطابق نہ ہو اسکو کذب کہا جاتا ہے اور بعض اوقات یہ لفظ افعال کے لئے بھی بولا جاتا ہے تو اسوقت اسکے معنی کسی فعل کو محقّق اور ثابت کرنے کے ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ، یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اپنے معاہدہ کو پورا کر دکھایا اسوقت لفظ صدق کے دو مفعول ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں

لفظ صدق کا پہلا مفعول رسولہ اور دوسرا رؤیا ہے۔ اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول کو اپنے خواب میں سچا کر دکھایا (بیضاوی) اور اگرچہ یہ سچا کر دکھانیکا واقعہ آگے آنے والا تھا مگر اسکو بلفظ ماضی تعبیر کرکے اسکے قطعی اور یقینی ہونے کیطرف اشارہ کر دیا چنانچہ آگے بلفظ مستقبل فرمایا گیا کہ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ، یعنی آپ نے جو خواب میں دیکھا تھا کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے یہ ضرور ہو کر رہے گا مگر اس سال نہیں بلکہ اس سال کے بعد ہوگا۔ خواب میں اُسکا وقت معین نہیں تھا، صحابۂ کرام نے اپنے اشتیاق کیوجہ سے اسی سال عزم سفر کرلیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کی موافقت فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں تھیں جن کا ظہور صلح حدیبیہ کے وقت ہوا، جیساکہ صدیق اکبرؓ نے اول ہی حضرت عمرؓ کے جواب میں فرمایا تھا کہ آپ کو شک میں نہیں پڑنا چاہئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب میں کوئی وقت اور سال معین نہیں تھا اگر اسوقت نہیں تو پھر ہوگا (قرطبی)

آئندہ ہونیوالے کاموں کیلئے انشاء اللہ کہنے کی تاکید

اس آیت میں حق تعالیٰ نے آئندہ ہونیوالے داخلہ مسجد حرام کے ساتھ انشاء اللہ کا لفظ استعمال فرمایا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو خود اپنی مشیت کے عالم ہیں ان کو اسکے کہنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن اپنے رسول اور سب بندوں کو تعلیم دینے کیلئے اس جگہ حق تعالیٰ نے بھی لفظ ان شاء اللہ استعمال فرمایا (قرطبی)

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ، صحیح بخاری میں ہے کہ اگلے سال عمرہ قضاء میں حضرت معاویہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک قینچی سے تراشے تھے۔ یہ واقعہ عمرہ قضاء ہی کا ہے کیونکہ حجۃ الوداع میں تو آپ نے حلق فرمایا ہے (قرطبی)

فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا، یعنی اللہ کی قدرت میں تو یہ بھی تھا کہ اسی سال تمھیں دخول مسجد حرام اور عمرہ نصیب ہو جاتا مگر اگلے سال تک تاخیر کرنے میں بڑی مصالح تھیں جو اللہ کو معلوم تھیں تم انکو نہ جانتے تھے۔ منجملہ ان مصالح کے ایک یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس سے پہلے خیبر فتح ہو کر مسلمانوں کی قوت اور سامان میں اضافہ ہو جائے اور وہ فراغت و اطمینان کیساتھ عمرہ ادا کریں اسی لئے فرمایا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ دُوْنَ ذٰلِكَ سے مراد دُوْنَ الرُّؤْيَا ہے یعنی اس خواب کے واقع ہونے سے پہلے خیبر کی فتح قریب مسلمانوں کو حاصل ہو جائے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس فتح قریب سے مراد خود صلح حدیبیہ ہے کہ وہ فتح مکہ اور دوسری تمام فتوحات کا مقدمہ تھی اور بعد میں تو سبھی صحابہ نے اسکو اعظم الفتوحات قرار دیا ہی تو اب مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ اس سال تمھارے عزم سفر اور پھر ناکام ہونے اور صلح ہونے میں جو حکمتیں اور مصالح تھیں وہ تمھارے علم میں نہیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ سب سے واقف تھا وہ چاہتا تھا

کہ تم کو اس خواب کے واقعہ سے پہلے صلح حدیبیہ کے ذریعہ ایک فتح قریب نصیب فرما دے اسی فتح قریب کا نتیجہ سب نے دیکھ لیا کہ صحابۂ کرام جن کی تعداد سفر حدیبیہ میں ڈیڑھ ہزار سے زائد نہ تھی اسکے بعد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ (از قرطبی)

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ، سابقہ آیات میں جو فتوحات اور غنائم کے وعدے اور اہل حدیبیہ کے خصوصاً اور تمام صحابہ کے عموماً فضائل اور بشارتیں مذکور ہوئے ہیں اب خاتمہ سورت میں ان مضامین کی تلخیص و تاکید ہے اور چونکہ یہ سب نعمتیں اور بشارتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور تصدیق کی بناء پر ہوئیں اسلئے اس تصدیق و اطاعت کی مزید تاکید کے لئے نیز منکرین رسالت محمدیہ پر رد کرنے کے لئے اور صلح حدیبیہ کے وقت جو بعض مسلمانوں کے دلوں میں کچھ شکوک پیدا ہوگئے تھے اُن کے ازالہ کے لئے ان آیات میں آپکی رسالت کا اثبات بلکہ تمام دُنیا کے دینوں پر آپکے دین کو غالب کرنے کی بشارت دی گئی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، پورے قرآن میں خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لینے کے بجائے عموماً آپ کا ذکر اوصاف والقاب کیساتھ کیا گیا خصوصاً ندا کے موقع پر يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ، يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ، يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ وغیرہ بخلاف دوسرے انبیاء کے کہ انکے نام کیساتھ ندا کی گئی، یا ابراہیم یا موسیٰ یا عیسیٰ۔ پورے قرآن میں صرف چار جگہ آپ کا نام مبارک محمد ذکر فرمایا ہے جہاں اس نام کے ذکر ہی میں کوئی مصلحت تھی۔ اس مقام پر مصلحت یہ تھی کہ حدیبیہ کے صلحنامہ میں آپکے نام کے ساتھ جب حضرت علیؓ نے محمد رسول اللہ لکھا تو کفار قریش نے اس کو مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھنے پر اصرار کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بحکم ربانی اس کو منظور کرلینا قبول کیا۔ حق تعالےٰ نے اس مقام پر خصوصیت سے آپکے نام مبارک کیساتھ رسول اللہ کا لفظ قرآن میں لاکر اس کو دائمی بنا دیا جو قیامت تک اسی طرح پڑھا لکھا جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ، یہاں سے آپ کے صحابۂ کرام کے فضائل کا بیان ہے۔ اگرچہ اس کے پہلے مخاطب حضرات صحابہ ہیں جو حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک تھے لیکن الفاظ کے عموم میں سبھی صحابۂ کرام شامل ہیں کیونکہ صحبت و معیت سب کو حاصل ہے۔

صحابۂ کرام کے اوصاف و فضائل اور خاص علامات

اس مقام پر حق تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپکے دین کو سب دینوں پر غالب کرنیکا بیان فرما کر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوصاف، فضائل اور خاص علامات کا ذکر تفصیل کیساتھ فرمایا ہے۔ اسمیں انکے اس سخت امتحان کا انعام بھی ہے جو صلح حدیبیہ کے وقت لیا گیا تھا کہ اُن کے قلبی یقین اور قلبی جذبات کیخلاف صلح ہو کر بغیر دخول مکہ وغیرہ کے ناکام واپسی کے باوجود انکے قدم

متزلزل نہیں ہوئے اور بے نظیر اطاعتِ رسول اور قوتِ ایمانی کا ثبوت دیا۔ نیز صحابۂ کرام کے فضائل اور علامات کی تفصیل بیان فرمانے میں یہ حکمت بھی ہو تو بعید نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی و رسول تو مبعوث ہونے والا نہیں تھا آپ نے اپنے بعد امت کے لئے کتاب اللہ کے ساتھ اپنے اصحاب ہی کو بطور نمونہ کے چھوڑا ہے اور ان کی اقتداء و اتباع کے احکام دیئے ہیں، اسلئے قرآن نے بھی انکے کچھ فضائل اور علامات کا بیان فرما کر مسلمانوں کو ان کے اتباع کی ترغیب و تاکید فرما دی ہے۔ اس مقام پر صحابۂ کرام کا سب سے پہلا وصف تو یہ تبلایا گیا ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔ کفار کے مقابلہ میں سخت ہونا اُن کا ہر موقع پر ثابت ہوتا رہا ہے کہ نسبی رشتے ناتے سب اسلام پر قربان کر دیئے اور حدیبیہ کے موقع پر خصوصیت سے اسکا اظہار ہوا۔ اور آپس میں مہربان اور ایثار پیشہ ہونا صحابۂ کرام کا اسوقت خصوصیت سے ظاہر ہوا جبکہ مہاجرین و انصار میں مواخات ہوئی اور انصار نے اپنی سب چیزوں میں مہاجرین کو شریک کرنے کی دعوت دی۔ قرآن نے صحابۂ کرام کے اس وصف کو مقدم بیان فرمایا کیونکہ درحقیقت اسکا حاصل یہ ہے کہ اُن کی دوستی اور دشمنی، محبت یا عداوت کوئی چیز اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ سب اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے لئے ہوتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ایمان کامل کا اعلیٰ مقام ہے صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ من احب للہ و ابغض للہ فقد استکمل ایمانہ یعنی جو شخص اپنی محبت اور بغض و عداوت دونوں کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دے اُسنے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ اسی سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صحابۂ کرام کے کفار کے مقابلہ پر سخت ہونیکا یہ مطلب نہیں کہ وہ کبھی کسی کافر پر رحم نہیں کرتے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس موقع پر اللہ و رسول کا حکم کفار پر سختی کرنے کا ہوتا ہے وہاں اُن کو اپنے رشتے ناتے یا دوستی وغیرہ کے علاقے اس کام میں مانع نہیں اور جہاں تک اُن کے ساتھ رحم و کرم کے معاملہ کا تعلق ہے وہ تو خود قرآن نے اسکا فیصلہ کر دیا ہے کہ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ (الی) اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ، یعنی جو کفار مسلمانوں کے درپئے آزار اور مقاتلہ پر نہیں اُن کے ساتھ احسان کا سلوک کرنے سے اللہ تعالیٰ منع نہیں کرتا، چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے بیشمار واقعات ہیں جنہیں ضعیف و مجبور یا ضرورتمند کفار کے ساتھ احسان و کرم کے معاملات کیئے گئے ہیں اور انکے معاملہ میں عدل و انصاف کو برقرار رکھنا تو اسلام کا عام حکم ہے۔ عین میدان کارزار میں بھی عدل و انصاف کیخلاف کوئی کارروائی جائز نہیں۔

دوسرا وصف صحابۂ کرام کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ اُن کا عام حال یہ ہے کہ وہ رکوع و سجدہ اور نماز میں مشغول رہتے ہیں اُن کو دیکھنے والے اکثر ان کو اسی کام میں مشغول پاتے ہیں۔ پہلا وصف کمال ایمان کی علامت تھی دوسرا وصف کمال عمل کا بیان ہے کیونکہ اعمال میں سب سے افضل

نماز ہے۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ، یعنی نماز ان کا ایسا وظیفۂ زندگی بن گیا ہے کہ نماز اور سجدہ کے مخصوص آثار اُن کے چہروں سے نمایاں ہوتے ہیں۔ مراد ان آثار سے وہ انوار ہیں جو عبدیت اور خشوع و خضوع سے ہر متقی عبادتگزار کے چہرہ پر مشاہدہ کیئے جاتے ہیں، پیشانی میں جو نشان سجدہ کا پڑ جاتا ہے وہ مراد نہیں۔ خصوصاً نماز تہجد کا یہ اثر بہت زیادہ واضح ہوتا ہے جیسا کہ ابن ماجہ میں بروایت جابرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من کثر صلوتہ باللیل حسن وجھہ بالنھار یعنی جو شخص رات میں نماز کی کثرت کرتا ہے دن میں اسکا چہرہ حسین پُر نور نظر آتا ہے اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد نمازیوں کے چہروں کا وہ نور ہے جو قیامت میں نمایاں ہوگا۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ، صحابۂ کرام کی جو علامت اوپر بیان فرمائی ہے کہ .... سجدوں اور نمازوں کا نور ان کی پیشانیوں کی علامت ہے اس آیت میں فرمایا کہ ان کی یہی مثال تورات میں بیان کی گئی ہے پھر فرمایا کہ انجیل میں ان کی ایک اور مثال یہ دی گئی ہے کہ وہ ایسے ہیں جیسے کوئی کاشتکار زمین میں بیج اگائے تو اول وہ ایک ضعیف سی سوئی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے پھر اسمیں شاخیں نکلتی ہیں پھر وہ اور قوی ہوتا ہے پھر اسکا مضبوط تنہ بنجاتا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب شروع میں بہت کم تھے۔ ایک وقت ایسا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا صرف تین مسلمان تھے مردوں میں صدیق اکبرؓ عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، بچوں میں حضرت علیؓ پھر رفتہ رفتہ ان کی قوت بڑھتی رہی یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں شریک ہونے والوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب بتلائی گئی ہے۔ اس آیت میں تین احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ فی التوراۃ پر وقف کیا جائے اور پچھلی مثال یعنی چہروں کا نور، یہ علامت تورات کے حوالہ سے بیان ہوئی آگے وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ پر وقف نہ کریں بلکہ ملا کر پڑھیں تو معنی یہ ہونگے کہ صحابہ کی مثال انجیل میں اُس کھیتی یا درخت کی ہے جو شروع میں نہایت کمزور ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ قوی تناور ہو جاتا ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ فِي التَّوْرٰىةِ پر وقف نہ ہو بلکہ فِي الْاِنْجِيْلِ پر وقف کیا جائے تو معنی یہ ہونگے کہ سابقہ نشانی چہروں کے نور کی تورات میں بھی ہے انجیل میں بھی اور آگے كَزَرْعٍ کی مثال کو ایک الگ مثال قرار دیا جائے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ فِي التَّوْرٰىةِ پر کلام ختم ہو اور فِي الْاِنْجِيْلِ پر اور لفظ ذٰلِكَ اگلی مثال کی طرف اشارہ ہو تو معنی یہ ہونگے کہ تورات و انجیل دونوں میں صحابہ کی مثال زَرْعٍ یعنی کھیتی کی دی گئی ہے۔ اگر اس زمانہ میں تورات و انجیل اپنی اصلی حالت میں ہوتیں تو انکو دیکھ کر مراد قرآنی متعین ہو جاتی لیکن انمیں تحریفات کا سلسلہ بے حد و بیشمار رہا ہے اسلئے کوئی یقینی فیصلہ نہیں ہو سکتا، مگر اکثر حضرات مفسرین نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے جسمیں پہلی مثال تورات

ہیں اور دوسری انجیل میں ہونا معلوم ہے۔ امام بغویؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرام کی یہ مثال انجیل میں ہے کہ شروع میں قلیل ہوں گے پھر بڑھیں گے اور قوی ہوں گے جیسا کہ حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرام کی یہ مثال انجیل میں لکھی ہوئی ہے کہ "ایک قوم ایسی نکلے گی جو کھیتی کی طرح بڑھے گی اور وہ نیک کاموں کا حکم اور برے کاموں سے منع کیا کریگی" (مظہری) موجودہ زمانہ کی تورات و انجیل میں بھی بیشمار تحریفات کے باوجود اس پیشین گوئی کے حسب ذیل الفاظ موجود ہیں۔ تورات باب استثنار ۳۳۔ ۱ تا ۳ کے یہ الفاظ ہیں۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا، دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا اور اسکے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت انکے لئے تھی وہ اپنے لوگوں سے بڑی محبت رکھتا ہے اسکے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں اور وہ تیرے قدموں کے پاس بیٹھے ہیں تیری باتیں مانیں گے۔"

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ فتح مکہ کے وقت صحابہ کرام کی تعداد دس ہزار تھی جو فاران سے طلوع ہونیوالے اس نورانی پیکر کیساتھ شہر خلیل میں داخل ہوئے تھے۔ اسکے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہوگی کے لفظ سے اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ وہ اپنے لوگوں سے محبت کریگا کے لفظ سے رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کا مضمون سمجھا جاتا ہے اسکی پوری تفصیل مع دوسرے حوالوں کے اظہار الحق جلد سوم باب ششم ص۲۵۶ میں ہے یہ کتاب عیسائیت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے پادری فنڈر کے مقابلہ پر تحریر فرمائی تھی اس کتاب میں انجیل کی تمثیل کا اسطرح ذکر ہے۔ انجیل متی باب ۱۳ آیت ۳۱ میں یہ الفاظ ہیں۔ اس نے ایک اور تمثیل انکے سامنے پیش کرکے کہا کہ آسمان کی بادشاہی اس رائی کے دانہ کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لیکر اپنے کھیت میں بو دیا، وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اسکی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔ اور انجیل مرقس ۴ : ۲۶ کے یہ الفاظ ہیں جو الفاظ قرآنی کے زیادہ قریب ہیں: "اس نے کہا کہ خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے اور رات کو سوئے دن کو جاگے اور وہ بیج اس طرح اگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے، پہلے پتی پھر بالیں پھر بالوں میں تیار دانے پھر جب اناج پک چکا تو وہ فی الفور درانتی لگاتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا (اظہار الحق جلد ۳) باب ششم ص۳۱۰ آسمان کی بادشاہی سے مراد نبی آخر الزماں کا ہونا انجیل کے متعدد مقامات سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ، یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ان صفاتِ کمال کیساتھ مزین فرمایا اور انکو ضعف کے بعد قوت، قلت کے بعد کثرت بخشی، یہ سب کام اسلئے ہوا تاکہ ان کو دیکھ کر کافروں کو غیظ ہو۔ اور وہ حسد کی آگ میں جلیں۔ حضرت ابو عروہ زبیری رہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت امام مالکؒ کی مجلس میں حاضر تھے ایک شخص نے بعض صحابہ کرام کی تنقیص کے کچھ کلمات کہے تو امام مالکؒ یہ آیت پوری تلاوت کرکے جب لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ پر پہنچے تو فرمایا کہ جس شخص کے دل میں صحابہ کرام میں سے

کسی کیساتھ غیظ ہو تو اس آیت کی وعید اس کو لگے گی (قرطبی) حضرت امام مالکؒ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہو جاوے گا مگر یہ فرمایا کہ یہ وعید اس کو بھی پہنچے گی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کافروں جیسا کام کرنے والا ہو جائے گا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ، مِنْهُم کا حرف مِنْ اس جگہ باتفاق مفسرین بیانیہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کے جامع ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ سب صحابہ کرام ایمان اور عمل صالح کے جامع ہیں۔ دوسرے یہ کہ اُن سب سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے اور یہ مِنْ بیانیہ قرآن میں بکثرت استعمال ہوا ہے جیسے ارشاد ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ تو مِنَ الْاَوْثَانِ بیان ہے لفظ رجس کا، اسی طرح یہاں مِنْهُمْ بیان ہے الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا۔ اور روافض نے جو اس جگہ حرف مِن کو تبعیض کے لئے یہ کہہ کر مطلب نکالا ہے کہ ان میں سے جو بعض لوگ ایمان و عمل صالح پر ہیں اُن سے یہ وعدہ ہے یہ سراسر سیاقِ کلام اور اوپر کی آیات کے منافی ہے کیونکہ اس آیت کے مفہوم میں وہ صحابہ کرام تو بلاشبہ داخل، اور آیت کے پہلے مصداق ہیں جو سفر حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک تھے ان سب کے متعلق اوپر کی آیات میں حق تعالیٰ نے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرما دیا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ اور رضائے الٰہی کا یہ اعلان اس کی ضمانت ہے کہ یہ سب مرتے دم تک ایمان و عمل صالح پر قایم رہیں گے کیونکہ اللہ تو علیم و خبیر ہے اگر کسی کے متعلق اسکو یہ معلوم ہو کہ یہ کسی وقت ایمان سے پھر جانیوالا ہے تو اُس سے اپنی رضا کا اعلان نہیں فرما سکتے۔ ابن عبدالبر نے مقدمہ استیعاب میں اسی آیت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ "من رضی اللہ عنہ لم یسخط علیہ ابداً" یعنی اللہ جس سے راضی ہو جائے پھر اس پر کبھی ناراض نہیں ہوتا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی بنا پر ارشاد فرمایا کہ بیعت رضوان میں شریک ہونے والوں میں سے کوئی آگ میں نہ جائیگا تو یہ وعدہ جو اصالۃً انہی کے لئے کیا گیا ہے انہیں سے بعض کا مستثنیٰ ہونا قطعاً باطل ہے اسی لئے اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام سب کے سب عادل و ثقہ ہیں۔

صحابہ کرام سب کے سب اہلِ جنت ہیں اُن کی خطائیں مغفور ہیں اُن کی تنقیص گناہِ عظیم ہے

قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اس کی تصریحات ہیں جنمیں چند آیات تو اسی سورت میں آ چکی ہیں لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ، ان کے علاوہ اور بہت سی آیات میں یہ مضمون مذکور ہے يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ، وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا

عَظِيمًا وَّأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ اور سورۂ حدید میں حق تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا ہے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى یعنی ان سب سے اللہ نے حُسنٰی کا وعدہ کیا ہے پھر سورۂ انبیاء میں حُسنٰی کے متعلق فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰۤئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ یعنی جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے حُسنٰی کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے وہ جہنم کی آگ سے دُور رکھے جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (بخاری)	یعنی تمام زمانوں میں میرا زمانہ بہتر ہے اسکے بعد اُس زمانے کے لوگ بہتر ہیں جو میرے زمانے کے متصل ہیں پھر وہ جو انکے متصل ہیں۔

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو کیونکہ (اُن کی قوتِ ایمان کیوجہ سے اُن کا حال یہ ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی شخص اللہ کی راہ میں احد پہاڑ کی برابر سونا خرچ کر دے تو وہ اُنکے خرچ کئے ہوئے ایک مُد کی برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ نصف مُد کی برابر۔ مُد عرب کا ایک پیمانہ ہے جو تقریباً ہمارے آدھے سیر کی برابر ہوتا ہے (بخاری) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو سارے جہان میں سے پسند فرمایا ہے پھر میرے صحابہ میں میرے لئے چار کو پسند فرمایا ہے۔ ابو بکر عمر عثمان علی رضی اللہ عنہم (رواہ البزار بسند صحیح) اور ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم ومن اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشك ان یاخذہ (رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن المغفل از جمع الفوائد)	اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملے میں میرے بعد ان کو طعن تشنیع کا نشانہ مت بناؤ کیونکہ جس شخص نے ان کو محبت کی تو میری محبت کیساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کیساتھ ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذاء پہنچائی اُسنے مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے ایذاء دی اُسنے اللہ کو ایذاء پہنچائی اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانے کا قصد کرے تو قریب ہے کہ اللہ اسکو عذاب میں پکڑ لے گا۔

آیات واحادیث اسکے متعلق بہت ہیں جن کو احقر نے اپنی کتاب مقامِ صحابہ میں جمع کر دیا ہے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ تمام صحابہ کرام کے عدل وثقہ ہونے پر پوری اُمت کا اجماع ہے اور صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات جنگ وقتال تک پہنچے اسکے متعلق بحث وتمحیص اور تنقید وتحقیق یا سکوت کا مسئلہ بھی اس کتاب میں تفصیل کیساتھ لکھ دیا گیا ہے اور اسمیں سے بقدرِ ضرورت سورۂ محمد کی تفسیر میں آچکا ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان

تمت بحمد اللہ وعونہ سورۃ الفتح للتاسع والعشرین من شعبان سنۃ ۱۳۹۱ھ وللہ الحمد اولہ واٰخرہ

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا

اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اسکے رسول سے اور ڈرتے رہو

اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا

اللہ سے، اللہ سنتا ہے جانتا ہے اے ایمان والو بلند نہ کرو

اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اُوپر اور اُس سے نہ بولو تڑخ کر جیسے تڑختے ہو

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (۲)

ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تم کو خبر بھی نہ ہو

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰۤئِكَ الَّذِيْنَ

جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہی ہیں جن کے

امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (۳) اِنَّ

دلوں کو جانچ لیا ہے اللہ نے ادب کے واسطے اُن کے لئے معافی ہے اور ثواب بڑا جو

الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (۴) وَلَوْ

لوگ پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے پیچھے سے وہ اکثر عقل نہیں رکھتے اور اگر

اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵)

وہ صبر کرتے جب تک تو نکلتا ان کی طرف تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے